23 تا 29 اکتوبر 2008ء / 23 تا 29 شوال المکرم 1429ھ

اوباما یا مکین!

بھوک اور خوف کا عذاب

کیا تاریخ اپنے آپ کو دھرا رہی ہے؟

پاکستان کا مطلب کیا؟

انسانیت کے دشمن

ثناخوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

جو شاخ نازک پہ آشیانہ......

خودکش حملے اور اربابِ اختیار

عالم اسلام

دل کی لگن

مجاہدہ فی سبیل اللہ کے لیے ایک صفت دل کی لگن ہے۔ محض دماغی طور پر ہی کسی شخص کا تحریک کو سمجھ لینا اور اس پر صرف عقلاً مطمئن ہو جانا، یہ اس راہ میں اقدام کے لیے صرف ایک ابتدائی قدم ہے۔ لیکن اتنے سے تاثر سے کام چل نہیں سکتا۔ یہاں تو اس کی ضرورت ہے کہ دل میں ایک آگ بھڑک اُٹھے۔ زیادہ نہیں تو کم از کم اتنی آگ تو شعلہ زن ہونی چاہیے، جتنی اپنے بچے کو بیمار دیکھ کر ہو جاتی ہے، اور آپ کو کھینچ کر ڈاکٹر کے پاس لے جاتی ہے۔ یا اتنی جتنی گھر میں غلہ نہ پا کر بھڑکتی ہے اور آدمی کو تگ و دو پر مجبور کر دیتی ہے اور چین سے نہیں بیٹھنے دیتی۔ سینوں میں وہ جذبہ ہونا چاہیے جو ہر وقت آپ کو اپنے نصب العین کی دُھن میں لگائے رکھے، دل و دماغ کو یکسو کر دے اور توجہات کو اس کام پر ایسا مرکوز کر دے کہ اگر ذاتی یا خانگی یا دوسرے غیر متعلق معاملات کبھی آپ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچیں بھی تو آپ سخت ناگواری کے ساتھ ان کی طرف کھنچیں۔ کوشش کیجیے کہ اپنی ذات کے لیے آپ قوت اور وقت کا کم سے کم حصہ صرف کریں اور آپ کی زیادہ سے زیادہ جدوجہد اپنے مقصدِ حیات کے لیے ہو۔ جب تک یہ دل کی لگن نہ ہوگی اور آپ ہمہ تن اپنے آپ کو اس کام میں جھونک نہ دیں گے، محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہ بنے گا۔ بیشتر لوگ دماغی طور پر ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن کم لوگ ایسے ملتے ہیں جو دل کی لگن کے ساتھ تن من دھن سے اس کام میں شریک ہوں......

جہاں دل کی لگن ہوتی ہے وہاں کسی ٹھیلنے اور اکسانے والے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس قوت کے ہوتے ہوئے یہ صورتِ حال کبھی پیدا نہیں ہو سکتی کہ اگر کہیں جماعت کا ایک رکن پیچھے ہٹ گیا یا نقلِ مقام پر مجبور ہو گیا تو وہاں کا سارا کام ہی چوپٹ ہو گیا۔ بخلاف اس کے ہر شخص اس طرح کام کرے گا جس طرح وہ اپنے بچے کو بیمار پا کر کیا کرتا ہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ

سورۃ الانعام

(آیت 11تا18)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿١١﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ
اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ
الصّٰغِرِيْنَ ﴿١٣﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿١٥﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ
مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿١٧﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ
مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٨﴾﴾

’’اور ہمیں نے تم کو (ابتدا میں مٹی سے) پیدا کیا، پھر تمہاری صورت شکل بنائی، پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کے آگے سجدہ کرو۔ تو (سب نے) سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل) نہ ہوا۔ (اللہ نے) فرمایا، جب میں نے تجھ کو حکم دیا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ اُس نے کہا کہ میں اس سے افضل ہوں۔ مجھے تُو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے مٹی سے بنایا ہے۔ فرمایا، تو (بہشت سے) اُتر جا، تجھے شایاں نہیں کہ یہاں غرور کرے، پس نکل جا، تو ذلیل ہے۔ اُس نے کہا کہ مجھے اُس دن تک مہلت عطا فرما جس دن لوگ (قبروں سے) اُٹھائے جائیں گے۔ فرمایا (اچھا) تجھ کو مہلت دی جاتی ہے۔ (پھر) شیطان نے کہا کہ مجھے تو تُو نے ملعون کیا ہی ہے۔ میں بھی تیرے سیدھے رستے پر اُن (کو گمراہ کرنے) کے لئے بیٹھوں گا۔ پھر اُن کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور اُن کی راہ ماروں گا) اور تو اُن میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا۔ (اللہ نے) فرمایا، نکل جا یہاں سے پاجی مردود۔ جو لوگ ان میں سے تیری پیروی کریں گے میں (اُن کو اور تجھ کو جہنم میں ڈال کر) تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔‘‘

یہ آیت بڑی اہم ہے۔ دیکھو، ہم نے تمہیں بنایا، پھر تمہاری تصویر کشی کی، پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے سامنے جھک جاؤ۔ یہ آیت اُن لوگوں کو support دیتی ہے جو نظریہ ارتقاء کے قائل ہیں۔ قرآن حکیم میں دوسرے مقامات پر فرمایا گیا کہ آدم کو مٹی سے بنایا گیا۔ گویا Special creation کی تائید ہوگئی۔ مگر اس مقام پر evolution کی بات سامنے آ رہی ہے۔ مقام غور ہے کہ پہلے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے، ”لقد خلقنکم“ (ہم نے تمہیں پیدا کیا)، جس سے معلوم ہوتا ہے کچھ Species پہلے پیدا کی گئیں، نسل پہلے پیدا کی گئی۔ پھر تمہاری تصویر کشی کی یعنی finishing touches دیئے۔ پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے سامنے جھک جاؤ۔ آدم تو ایک ہے، مگر توجہ طلب بات یہ ہے کہ یہاں صیغے جمع کے آ رہے ہیں۔ پھر اس کی تائید ان الفاظ سے بھی ہوگئی کہ اللہ نے آدم کو بھی چنا تھا ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾﴾ (آل عمران)۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ارتقاء کا ایک امکان تو ہے۔ البتہ ایسی چیزیں تدبر اور تفکر کو دعوت دیتی ہیں۔ ہوسکتا جب حقائق واضح ہوں تو قرآن مجید کے یہ مقامات مزید مبرہن ہو کر ہمارے سامنے آ جائیں۔ جس حد تک اشارات ہمیں اب مل رہے ہیں، انہیں بھی سمجھ لینا چاہیے۔

پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ابلیس کو) جب میں نے تمہیں حکم دیا تو تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا۔ کہنے لگا، میں اُس (آدم) سے بہتر ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے بنایا ہے اور اُس کو مٹی سے۔ اُس کے یہ الفاظ استکبار کی بنیاد پر تھے۔ لہٰذا تکبر اور سرکشی کی بنا پر راندہ درگاہ ہوا۔

تکبر عزازیل راخوار کرد — بزندانِ لعنت گرفتار کرد

اب شیطان کے لیے کوئی موقع نہیں رہا کہ اس جنت میں تکبر کرے۔ چنانچہ اللہ نے اس سے کہا کہ تو ذلیل وخوار ہو کر یہاں سے نکل جا۔ اس نے کہا، ذرا مجھے مہلت دے، اس دن (قیامت) تک جس دن لوگ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ٹھیک ہے، جاؤ تمہیں مہلت دی گئی۔ کہنے لگا، اے پروردگار! تو نے مجھے اس آدم کے طفیل گمراہ کیا اور اس کی وجہ سے میں راندہ درگاہ ہو گیا، تو اب میں لازماً تیری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا، اور لوگوں کو شرک کی پگڈنڈیوں کی طرف موڑتا رہوں گا۔ میں اُن پر اُن کے سامنے سے بھی حملہ کروں گا، اور اُن کے پیچھے سے بھی اور اُن کے داہنی جانب سے بھی اور اُن کی بائیں جانب سے بھی۔ اور اے پروردگار! تو اُن کی اکثریت کو شکر کرنے والا نہیں پائے گا۔ اللہ نے فرمایا، نکل جاؤ یہاں سے بُرے حال میں مردود اور راندہ درگاہ ہو کر۔ ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تو میں تم سب سے جہنم کو بھر کر رہوں گا۔

فرمانِ نبویؐ

دینداری......معیارِ نکاح

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’عورت سے لوگ چار اغراض سے نکاح کرتے ہیں: مال و دولت کی وجہ سے یا حسب و نسب کی وجہ سے یا حسن و جمال کی وجہ سے یا دین و اخلاق کی وجہ سے۔ (پس تم سب سے آخری بات یعنی) دیندار عورت کو اختیار کرو۔ اگر ایسا نہ کرو تو تمہارے ہاتھوں کو مٹی لگے۔ (یعنی کسی وقت ندامت و پریشانی سے دوچار ہونا پڑے۔)‘‘

"تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

جلد 17

شمارہ 42

23 تا 29 اکتوبر 2008ء

23 تا 29 شوال المکرم 1429ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا

سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔54000

فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700

فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک......300 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا---------------(2000 روپے)

یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر

"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں

چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

اوباما یا مکین

امریکہ ایک بدمست ہاتھی ہے جو اِس کے راستے میں آئے گا کچلا جائے گا۔ ایسا اندازِ گفتگو اختیار کرنا بذاتِ خود بدمستی کا اظہار ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ پتھر کے زمانے میں دھکیل دینے کی بات ہو یا بدمستی میں کچل دینے کا ذکر، امریکہ کا روئے سخن ہر مرتبہ اپنے فرنٹ لائن اتحادی پاکستان کی طرف ہی رہا۔ عابدہ حسین امریکہ میں پاکستان کی سفیر تھیں۔ ایک عشائیہ میں ایک امریکی جرنیل نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اپنا ایٹمی پروگرام رول بیک کیوں نہیں کرتا۔ ہمارے لیے حیرت کی بات ہے کہ پاکستانی سفیرہ نے جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا کہ اگر امریکہ ایٹمی اسلحہ رکھنے کا حق رکھتا ہے تو پاکستان کو بھی اپنی سلامتی کے لیے یہ حق حاصل ہے۔ جس پر امریکی جرنیل غضبناک ہو گیا اور تمام سفارتی آداب کو روندتے ہوئے کہا You should know America is America and Pakistan is Pakistan اور اُس کے بعد وہ مذکورہ بالا انتہائی متکبرانہ جملہ کہا جس سے ہم نے اِس تحریر کا آغاز کیا ہے۔

اِس بدمست قوم کے سربراہ کا انتخاب آیا چاہتا ہے۔ امریکہ کے آئین کے مطابق صدارتی انتخابات کا انعقاد ہر لیپ سال کے ماہ نومبر میں پہلے سوموار کے بعد جو منگل آتا ہے اُس منگل کو ہوتا ہے۔ یہ منگل اِس مرتبہ 4 نومبر کو آ رہا ہے۔ امریکہ میں دو جماعتی صدارتی نظام موجود ہے۔ یہ دونوں بڑی جماعتیں ڈیموکریٹ پارٹی اور ریپبلکن پارٹی ہیں۔ ڈیموکریٹ پارٹی کے نامزد امیدوار بارک اوباما اور ریپبلکن پارٹی کے امیدوار جان مکین ہیں۔ اب تک ہونے والے امریکہ کے صدارتی انتخاب میں پاکستان کا ذکر شاذ کے درجہ میں ہی کبھی ہوا ہو۔ لطف کی بات یہ ہے کہ 2000ء کے انتخاب میں جب جارج بش پہلی مرتبہ صدارتی امیدوار بنے تو وہ پاکستان کے صدر یعنی مشرف کا نام تک نہیں جانتے تھے، اگرچہ نائن الیون کے بعد اور نام نہاد دہشت گردی کی جنگ شروع ہونے کے بعد بش اور مشرف کا معاملہ "من تو شدم تو من شدی" کا سا ہو گیا۔ بہرحال جس پاکستان کا 2000ء کے انتخابات تک کبھی ذکر نہیں ہوا تھا، 2008ء میں وہ پاکستان امریکہ کے انتخابات میں نمایاں ترین ایشو ہے۔ دونوں امیدوار پاکستان کے حوالے سے تفصیلی گفتگو کر رہے ہیں۔ یہ سوال بچگانہ بلکہ احمقانہ ہوگا کہ اِن میں سے کون پاکستان کا دوست اور کون دشمن ہے۔ اِس سے قطع نظر کہ یہ طرزِ عمل درست ہے یا غلط، حقیقت یہ ہے کہ تمام ترقی یافتہ ممالک خصوصاً امریکہ صرف اور صرف اپنے مفادات کے دوست ہوتے ہیں۔ آج کی مادہ پرست دنیا میں یہی ترقی اور قوت کا حقیقی راز ہے۔ ظاہری طور پر اوباما کا رویہ پاکستان کے حوالہ سے زیادہ جارحانہ ہے۔ مکین اِس معاملے میں بش کی طرح باتوں کا نہیں، عمل کا قائل ہے۔

ہماری رائے میں یہودی اِس مرتبہ اِن انتخابات میں ایک زبردست گیم کر رہے ہیں۔ یہ بات تو ایک کھلا راز ہے کہ دونوں بڑی جماعتوں میں یہودیوں کا زبردست اثر و رسوخ ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اُن کی گرفت میں ہیں اور یہودی دونوں کی گردن پر سوار ہیں۔ ہماری رائے میں یہودی لابی کی خواہش ہے کہ جارج بش کی پالیسیاں جاری رہیں، یہ تب ہی ممکن ہے اگر ریپبلکن کا امیدوار مکین اگلا صدر بنے۔ لہٰذا پارٹی امیدوار کی نامزدگی کے حوالہ سے گیم کا آغاز کیا گیا۔ یہودی جانتے تھے کہ ہیلری کلنٹن ڈیموکریٹس کی طرف سے امیدوار نامزد ہو گئیں تو کسی ریپبلکن امیدوار کے لئے اُنہیں شکست دینا بہت مشکل ہوگا۔ بش کے کرتوتوں خصوصاً ناکام مالی پالیسی اور عراق میں پھنسنے کی وجہ سے ریپبلکن امیدوار کو بہت کم ووٹ ملیں گے۔ علاوہ ازیں ہیلری عورت ہونے کے حوالے سے عورتوں کے بے تحاشہ ووٹ حاصل کرے گی۔ لہٰذا جارج بش کی پالیسیاں برقرار رکھنے کے لیے مکین کو اِسی طرح جتوایا جا سکتا ہے کہ پہلے مرحلے کے طور ←

پر اُس کے راستہ سے ہیلری کو ہٹایا جائے۔ چنانچہ جو یہودی ڈیموکریٹ پارٹی کو سپورٹ کر رہے تھے وہ ریپبلکن یہودیوں سے ساز باز کر کے اپنی جماعت کا ایسا امیدوار سامنے لائے جس کے جیتنے کے امکان کم ہیں۔ اوباما اگرچہ بڑا تیز وطرار ہے، ذہین ہے، لیکن وہ کالا ہے اور امریکی معاشرہ لاکھ دعوؤں کے باوجود بھی نسلی تعصبات سے بالاتر نہیں ہوا۔ پھر اس کے دادا مسلمان تھے۔ خود اوباما کے نام کے ساتھ ابھی تک حسین لگا ہوا ہے اور حال ہی میں اوباما کے دہشت گردی کی حمایت کے حوالہ سے ایک بیان کو خوب اچھالا گیا ہے۔ لہٰذا پارٹی کے کونسلرز چاہے اُسے امیدوار نامزد کر دیں، عوام اُسے ووٹ دے کر صدر منتخب نہیں کریں گے۔ چنانچہ بش سے ناراض ہونے کے باوجود عوام ریپبلکن امیدوار میکین کو ووٹ دیں گے۔ لیکن تدبیر کنند بندہ تقدیر زند خندہ کے مصداق عین اُس وقت جب صدارتی انتخابات کی مہم اپنے جوبن پر تھی، امریکہ کا ایک بہت بڑا بنک ڈیفالٹ کر گیا اور فوری بعد سارے امریکہ کو ایسے مالی بحران نے اپنی لپیٹ میں لے لیا کہ عوام بنکوں کے سامنے قطاروں میں لگے ہیں کہ کہیں ہماری پونجی نہ لٹ جائے اور یہ سب کچھ ریپبلکن صدر بش کی انتہائی ناقص پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ مال خطرے میں پڑ جائے تو امریکیوں کی آنکھیں اندھیر ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ مالی بحران انتخاب میں فیصلہ کن ثابت ہو سکتا ہے۔ امریکی عوام کو اِس وقت معاشی لحاظ سے بدترین مشکلات کا سامنا ہے اور یہ امریکیوں کے لئے قطعی طور پر ناقابل برداشت ہے۔ علاوہ ازیں امریکی اپنے لیے چاق و چوبند اور سمارٹ صدر پسند کرتے ہیں۔ میکین کی عمر 71 سال ہے اور حالیہ انتخابی مذاکروں میں اُس کا بڑھاپا خاصا نمایاں رہا ہے۔ اِن اسباب کے باوجود ہماری رائے میں یہودیوں کی چالبازیاں رنگ لائیں گی اور بش کی غیر مقبولیت کے باوجود میکین امریکہ کا صدر منتخب ہو سکتا ہے۔ (واللہ اعلم)۔ اِس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اوباما اگر صدر منتخب ہو گیا تو وہ یہودیوں کے مفادات کے خلاف کچھ کرنے کی جرأت کر سکے گا۔ دراصل یہودی یہ رسک نہیں لینا چاہتے کہ نام نہاد دہشت گردی کی جنگ اور مشرقِ وسطیٰ کی پالیسی کے حوالہ سے بش کی پالیسی میں رتی بھر فرق آئے۔

ہمارے حکمرانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ امریکی عیسائی اور دنیا بھر کے یہودی اسلام کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں میں پاکستان واحد ملک ہے جس کے پاس ایٹمی اسلحہ ہے۔ لہٰذا پاکستان کے خلاف کارروائی اُن کی ترجیح اوّل ہو گی۔ اِس پس منظر میں دونوں امیدواروں میں سے کوئی بھی صدر منتخب ہو جائے، امریکہ سے اپنے لیے خیر کی توقع کرنا جہالتِ عظمیٰ ہو گی۔ حکمران دہشت اور خوف سے نکلیں، امریکہ کے مالی بحران کو اپنے لیے غیبی مدد سمجھیں، بدلتے ہوئے حقائق کا ادراک کریں۔ امریکہ اب بھی بدمست ہاتھی ہو گا، لیکن یہ ہاتھی غریب ہو گیا ہے، اور باریک نظر نہ آنے والی چیونٹیوں نے کاٹ کاٹ کر اُس کے پاؤں بھی زخمی کر دیے ہیں۔ اب وہ تلملا رہا ہے۔ تھوڑی سی ہمت کا مظاہرہ کریں۔ اپنے رخ کو مغرب سے مشرق کی طرف کریں۔ اللہ پر توکل رکھیں۔ بدمست ہاتھی پر اگر کاری ضرب لگے تو وہ اپنی ہی فوجوں کو روند ڈالا کرتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنا قبلہ درست کر لیں۔ ہم ہزاروں سجدوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک سجدہ پر انحصار کریں۔ پھر چاہے میکین صدر بنے یا اوباما کوئی بھی ہماری طرف نگاہِ غلط نہیں ڈال سکے گا۔

بقیہ: گوشہ اقبال

کیونکہ دنیا دراصل انہی چیزوں کا نام ہے یعنی وہ کون سا انسان ہے جو سوز و ساز و درد و داغ جستجو و آرزو کی کیفیات میں سے کسی ایک کیفیت سے آشنا نہیں؟ ابلیس کا جواب ہے کہ وہاں کی زندگی اور ماحول میں سوز و ساز، درد و داغ، جستجو اور آرزو کے سوا اور کیا رکھا ہے؟

یہ سن کر جبرائیلؑ کہتے ہیں کہ اے ابلیس! جان لے کہ آسمان پر اکثر و بیشتر تیرا تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔ حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کر کے تو نے احکام خداوندی سے انحراف کر کے جو گناہ کیا ہے، کیا اِس امر کا امکان نہیں کہ تُو اپنی غلطی کو تسلیم کر لے تاکہ رب ذوالجلال تجھے معاف کر کے تیرے پرانے منصب پر فائز کر دے۔

ابلیس کہتا ہے: جبرائیل! تو میرا اہم مجلس ہونے کے باوجود اس کیف و سرمستی سے لطف اندوز ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا جو میں نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر کے حاصل کی، نہ ہی تو اس راز سے آگاہ ہو سکتا ہے جس سے میں اب واقف ہو چکا ہوں۔ میں اب اِس نشے میں غرق ہوں جو کسی طور بھی نہیں اتر سکتا۔ میں تو اب اِس ماحول میں رچ بس گیا ہوں، جہاں ہر لمحے محلات کیا، عام گلی کوچوں میں بھی انتہائی جوش و خروش کے ساتھ زندگی دوڑ رہی ہوتی ہے اور جس کا ہر فرد اپنی اپنی سرگرمیوں اور دلچسپیوں میں مصروف رہتا ہے، جبکہ تو ابھی تک اس پرسکون فضا اور سناٹے تک محدود ہے جو فرشتوں اور قدسیوں کے لیے تو سازگار ہو سکتا ہے، مگر اُن لوگوں کے لیے نہیں جنہیں زندگی سے پیار ہے۔ میں بے شک اپنی نافرمانی کے سبب فرشتوں پر ودیعت کردہ عنایتوں سے محروم ہو گیا ہوں، لیکن اب پوری زندگی سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ اس صورت میں خدا کی رحمت بہتر ہے کہ اِس رحمت سے محرومی؟

جبرائیلؑ کہتے ہیں کہ تو نے حکم ربی کی تعمیل سے انکار کر کے نہ صرف یہ کہ اپنے بلند مراتب کھوئے، بلکہ اپنی راہ میں کانٹے بھی بوئے۔ لیکن تیرا یہ عمل صرف تیری ہی ذات تک محدود نہیں، بلکہ پروردگار کی نظروں میں تو اب شاید فرشتوں کا بھی عمل مشتبہ ہو کر رہ گیا۔

ابلیس کہتا ہے کہ میری جرأت مندی کی وجہ سے ارضِ خاک کے باسیوں میں وہ جذبہ پیدا ہوا جو اُن کے لیے حقیقی اور مسرت افزا زندگی گزارنے کا سبب بنا۔ پھر میرا کردار جسے فتنہ سازی سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہی تو عقل و دانش کا سرچشمہ ہے۔ جہاں تک تیرا تعلق ہے، تُو تو ایک ایسا تماشائی ہے جو نیکی بدی کے مابین معرکہ آرائی کو ایک پرسکون مقام پر کھڑے ہو کر اس کا نظارہ کرتا ہے، جب کہ میں تو اس معرکہ آرائی کے طوفان میں بُری طرح سے تھپیڑے کھا رہا ہوں۔

میں نے جو طوفان برپا کیے ہیں، انہوں نے حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ جیسے اولوالعزم پیغمبر کو بھی بے دست و پا کر کے رکھ دیا ہے۔ اب اگر بارگاہِ ایزدی میں کبھی خلوت نصیب ہو تو اللہ تعالیٰ سے یہ ضرور پوچھ لینا کہ حضرت آدمؑ کے واقعے کو کس نے قربانی دے کر لہو رنگ کیا؟ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو یہ حقیقت ہے کہ اپنی نافرمانی کے سبب دلِ یزداں میں کانٹا بن کر کھٹک رہا ہوں، اور تیرا کیا ہے تُو تو ابھی تک اللہ ھو اللہ ھو کی ہر لحظہ گردان میں مصروف ہے۔

ضرورت رشتہ

لاہور میں مقیم فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لئے دیندار، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں

برائے رابطہ: 042-68456300300-4529664

اللہ کی ناشکری اور دین سے بے وفائی کی سزا

بھوک اور خوف کا عذاب

آیئے، اللہ کے جناب میں سچی توبہ کریں

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ النحل کی آیت 112 اور سورۃ الذاریات کی آیات 56 تا 58 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! اس وقت وطن عزیز جن خوفناک حالات سے دوچار ہے، اِن میں شاید ہی کوئی شخص ہو جو پریشان نہ ہو۔ وہ لوگ جو اس سے پہلے بڑے بے حس دکھائی دیتے تھے، آج وہ بھی متفکر ہیں۔ اگرچہ ہم پر اس سے پہلے بھی کئی مواقع آئے، جن میں ہم بحیثیت قوم فیصلہ کن دوراہے پر کھڑے ہوئے، لیکن ہر بار یہی محسوس ہوا کہ قوم خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کو تیار نہیں۔ اُس کی اکثریت حالات کی نزاکت سے بے بہرہ ہے، اور اُسے ملک و ملت کے دگرگوں حالات کے حوالے سے کوئی تشویش نہیں۔ لیکن یہ پہلا موقع ہے کہ ساری قوم متفکر اور پریشان دکھائی دیتی ہے۔ ہر آدمی عدم تحفظ کا شکار ہے۔ کیا خبر کس وقت کسی چوک یا بازار میں کوئی خودکش حملہ یا بم دھماکہ ہو جائے، اور آدمی کی جان چلی جائے۔ اسی طرح بھوک و افلاس اور کمر توڑ مہنگائی نے عوام کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ مستقبل میں اس سے بھی بدتر حالات کے اندیشے ظاہر کیے جا رہے ہیں۔

نئی حکومت بننے کے بعد لوگوں کو بڑی امید ہو چلی تھی کہ شاید یہ حالات بدل جائیں گے۔ عوامی دور آنے سے عوام کی مشکلات اور مسائل کا حل نکالا جائے گا۔ ان کی امنگوں کے مطابق داخلی اور خارجی پالیسیاں تبدیل کی جائیں گی۔ پرویز مشرف نے بزدلی اور کم ہمتی کی وجہ سے امریکی غلامی کا جو طوق ہمارے گلے میں ڈال دیا تھا، قوم کو اس سے چھٹکارا ملے گا، لیکن اس وقت "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ" کی سی کیفیت ہے۔ عوام کی توقعات کے برعکس اُن کی مشکلات و مصائب میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ مہنگائی پر قابو کیا پایا جاتا، اس کی شرح اتنی بڑھ گئی ہے کہ جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ لوگ آٹے کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔ امریکہ کی غلامی کا رشتہ اور مضبوط ہوا ہے۔ قومی خود مختاری کو اور زیادہ چرکے لگے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ جب تک قوم اپنے آپ کو نہیں بدلے گی، اللہ اُس کے حالات میں تبدیلی نہیں لائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ (الرعد:11)

"بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اُس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ خود کو نہ بدلے۔"

اگر ہم قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ آج ہم جس خوف، دہشت، بدامنی اور بھوک کا شکار ہیں، یہ ہمارے قومی جرائم کی سزا ہے۔ سورۃ النحل میں فرمایا:

> **اگر ہم قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ آج ہم جس خوف، دہشت، بدامنی اور بھوک کا شکار ہیں، یہ ہمارے قومی جرائم کی سزا ہے**

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾

"اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے کہ (ہر طرح) امن چین سے بستی تھی۔ ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا۔"

بعض علماء کے نزدیک اِس مثال سے بستی سے مراد مکہ معظمہ ہے، جہاں ہر قسم کا امن و چین تھا اور باوجود وادیٔ غیر ذی زرع ہونے کے طرح طرح کے پھل اور میوے کھنچے چلے آتے تھے، مگر اہل مکہ نے اِن نعمتوں کی کچھ قدر نہ کی۔ شرک و عصیان، بے حیائی اور اوہام پرستی میں منہمک ہو گئے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت میں بھیجی، اُس کا انکار و تکذیب کر بیٹھے۔ چنانچہ اللہ نے اُن پر خوف مسلط کر دیا اور فراخ روزی کی بجائے سات سال تک قحط میں مبتلا ہو گئے، جس میں کتے اور مردار کھانے تک کی نوبت آ گئی۔ پھر معرکہ بدر میں غازیانِ اسلام کے ہاتھوں اللہ کا عذاب اِن پر ٹوٹا۔

اگر ہم غور کریں تو اِس آیت میں جس خوف اور بھوک کے جس عذاب کا تذکرہ ہے، اُس کے حوالے سے یہ آیت ہم پر بھی منطبق ہوتی ہے۔ اگر آپ 20، 25 سال پیچھے چلے جائیں، تو آپ دیکھیں گے کہ اُس وقت کم آمدنی والے لوگ بھی مطمئن تھے۔ اُن کی ضروریاتِ زندگی پوری ہو رہی تھیں۔ اُن کی روزی پاک ہوتی تھی، اس میں حرام کی آمیزش اتنی نہ تھی جتنی آج ہے، اس لیے برکت تھی۔ اُس زمانے میں خشک سالی نہیں تھی اور کسی کو یہ اندیشہ نہیں تھا کہ ڈیم نہ بنے تو بدترین خشک سالی آ جائے گی۔ اسی طرح امن و امان کی صورتحال بھی بہت بہتر تھی۔ شاید آپ میں سے بہت سے لوگوں کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ لاہور ایئر پورٹ پر بھی سیکیورٹی نام کی کسی شے کا وجود نہیں ہوتا تھا۔ لوگ اُس کے لان سے گزر کر براہ راست مسافروں سے مصافحہ کرتے، اور سفر کر کے آنے والے خود اپنا سامان استقبال کے لیے آئے ہوئے لوگوں کے حوالے کر دیتے تھے۔ کسی سے کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوتی تھی۔ کوئی مسئلہ نہیں ہوتا تھا۔ مگر

جب ہم نے اللہ کے انعامات و احسانات کی ناقدری کی، اور کفرانِ نعمت کیا تو کیا ہوا؟ اللہ نے ہم پر بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کر دیا۔ آج ہم اِن دونوں قسم کے عذابوں کی لپیٹ میں ہیں۔ آٹے، چاول اور دیگر اشیاء کی قیمتیں آسمان کو چھو رہی ہیں۔ آٹے کے لیے آئے روز چھینا جھپٹی ہوتی ہے۔ ماضی میں یہ ہوتا تھا کہ گھر پر آئے فقیر کو آٹا دے دیا جاتا تھا، اب کوئی شخص یہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ اب تو ہر شخص خود آٹے کا بھکاری ہے۔ اِسی بھوک کا ایک نقصان دہ پہلو یہ ہے کہ جائز آمدنی اور حلال ذرائع محدود ہونے کی بنا پر جرائم بڑھ رہے ہیں، کرپشن میں اضافہ ہو رہا ہے، چوری اور ڈاکے کی وارداتیں عام ہو رہی ہیں۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے عنوان سے ہم نے دجالیت کے علمبردار امریکہ کا ساتھ دے کر جو احمقانہ اور ظالمانہ پالیسی اپنائی، اُس کے نتیجے میں ملک میں خودکش حملوں اور بم دھماکوں کا مہیب سلسلہ ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا۔ اس کی بنا پر خیبر تا کراچی ہر جگہ خوف اور دہشت نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ اہم سوال یہ ہے کہ بھوک اور خوف ہم پر کیوں مسلط ہے، اِس کا جواب بھی دے دیا گیا کہ ﴿بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ؀﴾ ”یہ سزا ہے بسبب اُس کے جو وہ کرتے تھے“۔ یعنی یہ ہماری ہی ناشکری اور غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ ہمارے اپنے ہی کرتوتوں کی سزا ہے۔ دیکھیے، اللہ نے ہندو اور انگریز کی دوہری مخالفت کے باوجود ہمیں یہ خطۂ زمین عطا کر کے ہم پر بہت بڑا احسان کیا۔ ہم نے اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اے اللہ! اگر تو ہمیں ایک آزاد ملک عطا فرما دے تو ہم اُس میں تیرا دین نافذ کریں گے۔ خود بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے بیشتر مواقع پر یہ بات کہی تھی کہ ہمارا دستور شریعت پر استوار ہوگا، پاکستان کا آئین قرآن ہوگا وغیرہ۔ چاہیے تھا کہ ہم اِس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتے، اپنا وعدہ پورا کرتے، اور انفرادی طور پر بھی اللہ کی بندگی پر کاربند رہتے اور اجتماعی طور پر بندگی کا نظام ملک پر نافذ کرتے۔ بندگی ہی تو ہمارا مقصدِ زندگی ہے۔ اللہ ہم سے روزی روٹی کا تقاضا نہیں کرتا، وہ خود ہمیں اور ساری مخلوقات کو روزی دینے والا ہے۔ وہ صرف یہ تقاضا کرتا ہے میرے بندے میری بندگی کریں، میری غلامی اختیار کریں، مجھ سے وفاداری کریں۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝﴾ (الذاریات)

”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے طالبِ رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں۔ اللہ ہی تو رزق دینے والا ہے، زور آور اور مضبوط ہے۔“

سورۃ النحل میں ایک بڑی عظیم آیت ہے، جو عام طور پر خطباتِ جمعہ میں بڑے اہتمام سے پڑھی جاتی ہے۔ اِس میں بندگی کا جو تقاضا ہے، اِسے قدرے کھول دیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾

”اللہ تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور

پریس ریلیز — **17 اکتوبر 2008ء**

حکومت ملک کو تباہی کے گڑھے سے بچانے کے لیے علماء کرام کی متفقہ تجاویز پر فی الفور عمل کرے!

باجوڑ، سوات وغیرہ میں اندھا دھند فوجی کارروائی کے ذریعے بے گناہ عوام کا قتلِ عام فوری بند کیا جائے!

قبائلی علاقوں میں طالبان کا بھیس بدل کر کارروائیاں کرنے والے غیر ملکی ایجنٹوں کو گرفتار کر کے سرِ عام عبرتناک سزائیں دی جائیں

حافظ عاکف سعید

تمام مسلمہ مکاتبِ فکر کے علماء نے وطنِ عزیز کو تباہی کے گڑھے سے بچانے کے لیے جو متفقہ مؤقف اختیار کیا ہے، وہ خوش آئند ہے۔ ارکانِ پارلیمنٹ اور ذمہ دارانِ حکومت علماء کی ان تجاویز پر فی الفور عمل کریں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغِ جناح، لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ قوم کے مختلف طبقات کے مابین غلط فہمی پیدا کرنا اور عوام اور فوج کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کرنا اغیار کی سازش کا حصہ ہے۔ یہود و نصاریٰ اپنے مفادات کے حصول کی راہ میں ایٹمی پاکستان کو سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ اِسی طرح یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ دراصل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ غیر ملکی طاقتوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کا رویہ ختم کر کے سوات اور دوسرے علاقوں میں بمباری اور اندھا دھند فوجی کارروائیاں فوری طور پر بند کرے۔ انہوں نے کہا کہ علماء کا یہ موقف حقیقت پر مبنی ہے کہ ان علاقوں کے عوام کی ایک عظیم اکثریت محبِ وطن اور اسلام کے وفاداروں پر مشتمل ہے۔ ان محبِ وطن عوام کے جائز مطالبات پورے کیے جائیں اور امریکہ کے مطالبات کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کی روش کو ختم کیا جائے تو یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ ان علاقوں میں غیر ملکی دشمن ایجنٹ بھیس بدل کر فوج اور حکومت کے خلاف کارروائیاں کر رہے ہیں تا کہ طالبان کو بدنام کیا جا سکے۔ حکمران ایسے غیر ملکی ایجنٹوں کو سرِ عام سزائیں دیں۔ حکومت اگر عوام اور اسلام کے ساتھ مخلص ہے تو کرپشن اور بے حیائی کے خاتمے کے لیے ٹھوس اقدامات کرے اور مسرفانہ طرزِ زندگی کو ختم کر کے سادگی کو فروغ دے۔ اِس سے آنے والے خوفناک معاشی بحران کا بہتر طور پر مقابلہ کیا جا سکے گا۔ مزید برآں اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں شریعتِ اسلامی کے نفاذ اور قرآن و سنت کی مکمل بالادستی کے ذریعے ہی ان خطرات کا منہ موڑا جا سکے گا جو فی الوقت ملکی بقا و سالمیت کو شدید طور پر لاحق ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی، پاکستان)

نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم یاد رکھو۔"

اِس آیت میں ہمیں تین باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور تین باتوں سے منع کیا گیا ہے۔

جن باتوں کا حکم ہے، اُن میں پہلی یہ ہے کہ عدل و انصاف کرو۔ عدل کہتے ہیں "وضع الشئی فی محلہ" کسی شے کو اُس کے مقام پر رکھنا۔ عدل کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ عدل انسانوں کے ساتھ بھی ضروری ہے، لیکن سب سے بڑا عدل یہ ہے کہ اللہ جو ہمارا معبود ہے، صرف اُسی کی بندگی کی جائے، اور اُس کے سوا کسی اور کی غلامی اور پرستش نہ کی جائے۔ جب زندگی اور موت دینے والا اللہ ہے، روزی رساں وہ ہے، کائنات کا خالق و مالک وہ ہے، تو عدل یہی ہے کہ اُسی خدائے واحد کی غلامی کی جائے، اُس کو چھوڑ کر اُس کے باغیوں کے ساتھ وفاداری نہ کی جائے۔ شرک کو ظلم عظیم اس لیے کہا گیا ہے، اُس میں شرک کرنے والا یا تو اللہ کو اُس مقام رفیع سے نیچے لے آتا ہے یا غیر اللہ کو اس کے مقام سے اٹھا کر اللہ کے ہم پلہ کر دیتا ہے۔ خانگی اور سماجی معاملات میں بھی عدل ہونا چاہیے۔ یہاں تک فرمایا گیا کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں اِس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم عدل وانصاف سے ہٹ جاؤ، نہیں بلکہ ہر حال میں عدل کرو کہ یہ تقویٰ کے قریب ہے۔ سیاسی اور معاشی میدان میں بھی عدل ضروری ہے۔ سیاسی عدل یہ ہے کہ حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ ہم اُس کے دیئے گئے اختیارات کے مطابق قانون بنانے کے پابند ہیں۔

سروری زیبا فقط اُس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

معاشی میدان میں عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ریاستی وسائل پر سب لوگوں کا حق تسلیم کیا جائے۔ قومی دولت پر ایک مخصوص طبقے کی اجارہ داری نہ ہو۔ لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری ہوں۔ بھوک و افلاس نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ایک طرف عیاشیاں اور سرمستیاں ہوں اور دوسری جانب فقر و فاقہ ستم ڈھا رہا ہو۔ بھوک سے تنگ آ کر لوگ اپنے بچے بیچنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ سب غیر عادلانہ نظام کا نتیجہ ہے۔

سب سے بڑا عدل یہ ہے کہ اللہ جو ہمارا معبود ہے، صرف اُسی کی بندگی کی جائے، اور اُس کے سوا کسی اور کی غلامی اور پرستش نہ کی جائے

دوسری چیز جس کا حکم دیا گیا ہے، وہ احسان ہے۔ یعنی لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، ایک دوسرے سے محبت کرو، ایک دوسرے کا احترام کرو۔ دوسروں کو اذیت اور تکلیف نہ دو۔ حدیث کی رو سے مسلمان کی تعریف ہی یہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم وہ شخص مومن نہیں، وہ شخص مومن نہیں، وہ شخص مومن نہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا، یا رسول اللہؐ! کون شخص مومن نہیں؟ فرمایا: وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہ ہو۔ احسان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر اللہ نے آپ کو مال میں وسعت دی ہے اور آپ کے پڑوس میں اور محلے میں کچھ مجبور، کمزور اور محتاج لوگ ہیں اور اُن کے بچے دو وقت کی روٹی کو ترستے ہیں، تو آپ اپنے مال میں سے اُن پر خرچ کریں۔ نہ صرف یہ کہ زکوٰۃ کی مد میں اُن کی مدد کریں، بلکہ اس کے علاوہ بھی اُن کو معاشی طور پر سپورٹ کریں، اُن کی ضروریات کی فراہمی کا اہتمام کریں۔ افسوس کہ ہم نے ان تعلیمات کو فراموش کر رکھا ہے۔ ہم مال خرچ کرنے کی بجائے جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر ہم دین کی تعلیمات پر اُس کی روح کے مطابق عمل پیرا ہوں، تو یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔

تیسری چیز رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی ہے۔ خاندانی نظام کا استحکام اِسی پر منحصر ہے۔ جب اہل قرابت کے حقوق میں کوتاہی ہوتی ہے، تو شیطان کو کھل کھیلنے کا موقع ملتا ہے۔ وہ معاشرے کو فساد کی آماجگاہ بنا دیتا ہے۔ پھر ابلیسیت کا دور دورہ ہوتا ہے۔ والدین، اولاد، خاوند، بیوی اور اعزہ واقارب ایک دوسرے سے شاکی اور پریشان رہتے ہیں۔ دوریاں جنم لیتی ہیں، اور قربتیں مٹتی ہیں۔ امریکہ اور یورپ کا معاشرہ آج جس ابلیسیت کا نقشہ پیش کر رہا ہے، اور جس کی کچھ پرچھائیاں ہمارے معاشرے میں بھی آ چکی ہیں، اُس کی وجہ ہی اہل قرابت کے حقوق کے صحیح شعور کی عدم موجودگی اور اُس میں کوتاہی ہے۔

اب جن تین چیزوں سے ہمیں روکا گیا ہے، اُن میں سب سے پہلی فحاشی و عریانی ہے۔ عریانیت اور بے حیائی ایمان کے سراسر منافی ہے۔ حیا کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔ فحاشی شیطان کا ہتھیار ہے۔ شیطان اِس کے ذریعے سوسائٹی کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ ہم اپنے معاشرہ کا جائزہ لیں، تو یہاں بجائے اس کے کہ فحاشی کا تدارک کیا جائے، عریانیت کے آگے بند باندھا جائے، ایک منظم منصوبہ بندی کے تحت بے پردگی کو عام کیا جا رہا ہے۔ بے پردگی کا سیلاب آیا ہوا ہے، جو معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے، شرم وحیا کی دینی اقدار کو مٹا رہا ہے۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اور سرکاری تقریبات میں جس طرح شرم وحیا کی دینی اقدار اور ستر وحجاب کو پامال کیا جاتا ہے اِس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ (نعوذباللہ) ہم کھلم کھلا اللہ کے حکم کو چیلنج کر رہے ہیں۔

دوسری چیز منکر ہے۔ منکر وہ شے ہے، جس کا انسانی فطرت انکار کرتی ہے۔ مثال کے طور پر جھوٹ ہے، جسے بلاتمیز مذہب و ملت کوئی بھی شخص پسند نہیں کرتا۔ ہمارے ہاں منکرات کا زور ہے۔ انہیں ترویج دی جا رہی ہے۔ اُن کا دائرہ وسیع کیا جا رہا ہے۔ معیشت میں سب سے بڑا منکر سود ہے، جس کے شکنجے میں پوری قوم کو جکڑ دیا گیا ہے۔ سیاسی سطح پر سب سے بڑا منکر غیر اللہ کی حاکمیت ہے۔ ہم اللہ کی حاکمیت اعلیٰ اور اُس کے قانون کے نفاذ سے پہلو تہی کرتے چلے آ رہے ہیں۔ معاشرتی سطح پر سب سے بڑا منکر بے حیائی ہے، جسے گزشتہ آٹھ دس سالہ عہد مشرف میں اتنا عام کیا گیا ہے، جس کی مثال ملکی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہمارا پورا میڈیا اُس کو پروموٹ کر رہا ہے۔ بل بورڈز میں بے حیائی کے نظارے دکھائی دیتے ہیں۔ ہمیں احساس ہی نہیں کہ ہم اسلام کی ستر وحجاب اور شرم وحیا کی تہذیب کو مٹانے اور مغرب کی تباہ کن تہذیب کو عام کرنے کے اقدامات کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں۔

تیسری چیز جس سے ہمیں منع کیا گیا وہ "بغی" یعنی سرکشی کر کے حد سے نکل جانا، ایک دوسرے پر زیادتی کرنا، دوسرے کا مال ناحق کھا لینا ہے۔ آج جس جس کو بھی موقع مل رہا ہے، وہ یہ کام کر رہا ہے۔ ہر طرف ظلم وزیادتی، سرکشی کی آگ لگی ہوئی ہے۔ حق تلفی اور ناانصافی کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ فساد اور طغیانی کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اس لیے ہم سب کی نجات اِس میں ہے کہ اللہ کی جناب میں سچی توبہ کریں اور اللہ سے بغاوت اور نافرمانی کا سلسلہ ختم کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اس ملک کو اسلامی نظریہ زندگی کی روشن مثال بنائے۔ (آمین)

[تلخیص: محبوب الحق عاجز]

کیا تاریخ اپنے آپ کو دہرانے جا رہی ہے؟

ڈاکٹر اسرار احمد
بانی تنظیم اسلامی

راقم الحروف اپنی عمر کی سیڑھی کے 76ویں پائیدان پر کھڑا ہے اور میرے قریبی احباب بخوبی جانتے ہیں کہ میں کبھی بھی درازی عمر کا خواہاں نہیں رہا بلکہ میری دیرینہ خواہش اور دعا تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھے مسنون عمر سے نوازے۔ بہر صورت میری یہ خواہش اور دعا پوری نہ ہو سکی۔ میں نے اپنے سن شعور سے لے کر اب تک پاکستانی قوم کو کئی آزمائشوں سے گزرتے دیکھا ہے اور قوم اب بھی ایک عظیم آزمائش سے گزر رہی ہے۔ اور موجودہ آزمائش سابق آزمائشوں سے بہت بڑی ہے۔ میرے ہائی سکول کے زمانے میں برصغیر پاک و ہند میں حصول پاکستان کے لیے تحریک سرگرم عمل تھی اور اس تحریک میں راقم نے بھی مقدور بھر حصہ لیا۔ میں تحریک پاکستان کے زمانے میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن ضلع حصار کا جنرل سیکرٹری تھا اور حصول پاکستان کے بعد میں نے بھی اپنے والدین کے ہمراہ ہجرت کی۔ ہم نے حصار سے سلیمانکی ہیڈ ورکس تک کا سفر پیدل 20 دن میں آگ اور خون کے دریا عبور کر کے مکمل کیا۔ ہم نے دیکھا کہ یہ دور مسلمانان پاکستان کے لیے انتہائی ابتلاء اور آزمائش کا دور تھا۔ قیام پاکستان کی جدوجہد میں کئی خاندان پورے کے پورے ختم ہو گئے۔ بچے یتیم ہو گئے۔ کئی نوجوان بچیوں کی عصمتیں تار تار ہو گئیں۔ کئی بچیوں نے اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کے لیے کنوؤں میں چھلانگیں لگا دیں۔ کئی سہاگنوں کے سہاگ اُجڑ گئے اور امت محمدیہ ﷺ کی کئی بیٹیوں کو ہندوؤں اور سکھوں نے یرغمال بنا لیا۔ شاید تاریخ انسانی میں چشم فلک نے اس سے بڑی خونی ہجرت کبھی نہ دیکھی ہو۔ میری عمر کے لوگ عینی شاہد ہیں کہ اس ہجرت میں مسلمان کا خون اس طرح سے بہا کہ ستلج اور گنگا کا گدلا پانی سرخ ہو گیا۔

اس واقعے کے بعد دوسری آزمائش 1971ء میں وطن عزیز پاکستان کا دولخت ہونا تھا اور یہ سانحہ فاجعہ اس قدر بڑا تھا کہ بھارت کے ہندوؤں کے گھروں میں خوشی سے گھی کے چراغ جلے اور بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی نے اپنی خوشی کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ ”ہم نے دو قومی نظریہ کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے“۔ اس سانحہ کی رونمائی میں عالمی طاقتوں، بھارت اور ہمارے عاقبت نااندیش حکمرانوں اور اقتدار کے رسیا سیاستدانوں نے اہم کردار ادا کیا۔ پوری انسانی تاریخ کو کھنگال لیجیے کہ فوج ہمیشہ مخالف فوج اور دشمن قوم کے سامنے تو سینہ سپر ہو سکتی ہے مگر کسی بھی ملک کی فوج خواہ وہ جدید ساز و سامان سے لیس اور انتہائی ماہر کیوں نہ ہو، کبھی اپنی قوم پر فتح نہیں پا سکتی۔ آپ خود دیکھ لیں، مشرقی پاکستان میں فوج کشی کا نتیجہ کیا نکلا؟ ملک دولخت ہو گیا اور اندازہ لگایئے، وہ خطہ ہم سے الگ ہوا جہاں مسلم لیگ نے جنم لیا اور تحریک پاکستان کو جتنی بڑی حمایت وہاں سے ملی تھی کہیں اور سے نہیں ملی، لیکن فوجی آپریشن کا نتیجہ دیکھیں کہ وہ علیحدہ ہوئے اور انہوں نے اپنے ملک کا نام بھی بنگلہ دیش رکھا اور لفظ ”پاکستان“ سے اعلان برأت کر دیا۔ حالانکہ دنیا میں کئی ممالک ایک ہی نام سے دو دو کی تعداد میں موجود رہے ہیں اور اب بھی ہیں۔ مثلاً شمالی کوریا، جنوبی کوریا۔ ماضی میں مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی کے نام سے دو ملک تھے۔ اس سانحے کے بعد ضرورت تھی کہ ہمارے حکمران سنبھلتے اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا زائچہ بناتے اور آئندہ ان کا اعادہ نہ کرنے کا عزم کرتے۔ مگر افسوس، صد افسوس کہ ہم نے اتنے بڑے سانحے سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا اور اس سانحے کے بعد بھی ہمارا طرزِ عمل جوں کا توں رہا۔

> حالات 1971ء سے شاہد ہیں۔ اُس وقت بھی ملک کو دولخت کرانے میں اپنوں کی غلطیوں کے علاوہ بھارت کا خصوصی کردار تھا، آج بھی بھارت کے افغانستان میں متعدد قونصل خانے پاکستان کے خلاف سازشوں میں سرگرم عمل ہیں

آج ایک مرتبہ پھر پوری قوم ایک عظیم آزمائش سے گزر رہی ہے اور وہ آزمائش یہ ہے کہ ایک بار پھر افواج پاکستان قبائلی علاقہ جات اور صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں اپنی ہی قوم سے حالت جنگ میں ہیں اور میں انتہائی صدمے کے احساس کے ساتھ یہ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ کہیں 1971ء والی تاریخ تو نہیں دہرائی جا رہی۔ (العیاذ باللہ) اگر حالات کا تجزیہ تھوڑی سی گہرائی میں جا کر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ 1971ء کی جنگ اور موجود نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کئی اعتبارات سے گہری مماثلت ہے۔ یعنی 1971ء میں پاک فوج کا تصادم اپنے ہم وطنوں سے تھا اور آج بھی من وعن وہی صورت حال ہے۔ اُس وقت کے سانحے کے لیے بھی بیرونی طاقتوں نے سازشوں کے جال بنے تھے اور آج بھی صورت حال ویسی ہی ہے۔ بنگالی قوم نے پاکستان کی کھل کر حمایت کی تھی اسی طرح قبائلی علاقہ جات کے مکین بھی اپنی مرضی سے پاکستان میں شامل ہوئے تھے۔ اُس وقت بھی ملک کو دولخت کروانے میں اپنوں کی غلطیوں کے علاوہ بھارت کا خصوصی کردار تھا، آج بھی بھارت کے افغانستان میں متعدد قونصل خانے صرف اور صرف پاکستان کے خلاف سازشوں میں سرگرم عمل ہیں۔ لاتعداد بھارتی ایجنٹ اور بھارتی فوج کے جوان طالبان کا روپ دھار کر حالات کو خراب کرنے میں مصروف ہیں اور ان ایجنٹوں کی موجودگی کا انکشاف اُس وقت ہوا جب ان کے مرنے کے بعد غسل دینے کا مرحلہ آیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے کئی افراد کے ختنے نہیں ہوئے تھے۔ جس طرح 1971ء میں بنگالی نوجوانوں کی برین واشنگ کرنے میں مقامی ہندو آبادی کو خصوصی دخل حاصل تھا، ویسے ہی آج بھی طالبان کے روپ میں متعدد بھارتی ایجنٹ پختون نوجوانوں کے ناپختہ ذہنوں کو تبدیل کر کے خودکش حملوں کی وارداتیں کرا رہے ہیں۔ ماضی میں بھی امریکہ نے پاکستان کی مدد کے لیے بحری بیڑا بھیجنے کا ”لارا“ لگا کر ہمارا بیڑا غرق کیا اور آج بھی ہمیں امداد کے نام پر جو کچھ مل رہا ہے وہ دراصل ہماری مدد نہیں بلکہ یہ سب کچھ امریکہ اپنے

مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے کر رہا ہے۔ 1971ء میں ہمارے حکمران ''چین کی بانسری'' بجا رہے تھے اور آج بھی وہی کیفیت ہے۔ اس وقت کے حکمرانوں کے چہرے اور جسم گوشت اور چربی کی تہوں سے گتھے ہوئے تھے اور قوم یرقان زدہ معلوم ہوتی تھی۔ آج بھی حکمرانوں کے چہرے اور جسم فربہ ہیں اور قوم کی اکثریت ہیپاٹائیٹس کے مہلک مرض سے دوچار ہے۔ اُس وقت بھی فوج اور قوم دو بدو تھی اور حکمرانوں کے چہرے قہقہوں سے مزین تھے اور آج کے کربناک حالات میں بھی حکمرانوں کے پُر تبسم چہرے قوم کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ اُس وقت بھی سیاستدان اقتدار کے میوزیکل چیئر کے کھیل میں مصروف تھے۔ آج بھی وہی کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ اُس وقت بھی قوم کو اصل صورتِ حال سے لاعلم رکھا گیا، آج بھی حقائق کو چھپانے کا گھناؤنا عمل جاری ہے۔

قارئین! کیا واقعی تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے؟ ذرا سوچیے، خدارا سوچیے۔ آج جس طرح سے امریکہ، نیٹو فورسز اور پاک فوج کے گولے اور میزائل صوبہ سرحد اور قبائلی علاقہ جات میں نفرت کے بیج بو رہے ہیں، جس طرح بلوچستان اکبر بگٹی کے قتل کے انتقام کی آگ میں سلگ رہا ہے، سندھ میں طالبانائزیشن کا لایعنی واویلا مچا کر لسانی فسادات اور خانہ جنگی کی صورت پیدا کی جا رہی ہے، جنوبی پنجاب کو مذہبی دہشت گردوں کا مرکز قرار دے کر یہاں بھی کسی فوجی کارروائی کے جواز کی راہ ہموار کی جا رہی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اب سوات، باجوڑ، اور دیگر قبائلی علاقوں میں ''عسکریت پسندوں'' کے مقابلے کے لیے قبائلی لشکر منظم کیے جا رہے ہیں، اور حال ہی میں میرے گنہگار کانوں نے تو یہ ''افواہ'' بھی سنی ہے کہ اب وہ کالعدم جہادی گروپ جو پہلے کشمیر میں سرگرم رہے ہیں اب اپنی از سرِ نو تنظیم کر کے ان قبائلی عسکریت پسندوں سے جنگ کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ اس صورتحال کا انجام کیا ہوگا؟ بظاہر تو امریکی سیاسی پنڈتوں کی ایٹمی پاکستان کے حصے بخرے کرنے اور اس کے ضمن میں کی جانے والی سازشوں کی پیشگوئیاں پوری ہوتی نظر آتی ہیں۔ اس صورت حال میں میری تمام دینی اور سیکولر سیاسی جماعتوں کے قائدین سے گذارش ہے کہ وطنِ عزیز کی سالمیت کے لیے متفقہ لائحہ عمل اختیار کریں اور پاکستان کو دوبارہ کسی عظیم سانحے سے دوچار ہونے سے بچائیں، ورنہ تاریخ کے پہیے کا چکر ایک بار پھر الٹا ہو سکتا ہے۔

قبائلی علاقوں میں فوج کشی اور امریکی فضائی حملوں کے خلاف

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کا احتجاجی مظاہرہ

گزشتہ کچھ عرصہ سے پاکستان کے قبائلی علاقوں اور سوات میں پاکستانی فوج آپریشن کر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ افغانستان سے امریکی فوج کے جاسوس طیارے پاکستان کی فضائی حدود کو پامال کر رہے ہیں اور امریکی میزائلوں سے حملے بھی کر رہے ہیں، جس سے پاکستان کے بے گناہ قبائلی مسلمان عوام کی ایک بڑی تعداد شہید ہو چکی ہے، جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔ ان واقعات سے پاکستان کے مخلص، حساس اور دردمند مسلمانوں کے دلوں میں تشویش پھیلی ہوئی ہے۔ تنظیم اسلامی حلقہ لاہور نے 9 اکتوبر کو قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن اور امریکی جارحیت کے خلاف ایک مظاہرہ کا اہتمام کیا۔ یہ مظاہرہ مال روڈ پر ہوا۔

ہدایت کے مطابق رفقاء نے نمازِ عصر مسجد شہداء میں ادا کی۔ اس کے بعد رفقاء، امیر حلقہ لاہور محمد جہانگیر کی قیادت میں مظاہرہ کے لیے اکٹھے ہوئے۔ ناظم مظاہرہ محمد عباس نے رفقاء کو ہدایات دیں۔ بعد ازاں رفقاء نے دو رویہ قطار بنا کر اور ہاتھوں میں بینرز، ٹی بورڈز اور تنظیم اسلامی کے جھنڈے لے کر امیر حلقہ کی قیادت میں اسمبلی ہال کی طرف وال کی۔ اسمبلی کے سامنے چیئرنگ کراس چوک میں رفقاء چوک کے ارد گرد کھڑے ہو گئے۔ الیکٹرانک پرنٹ میڈیا کی ایک بڑی تعداد کوریج کے لیے موجود تھی۔ رفقاء نے جو بینرز اور ٹی بورڈز اٹھا رکھے تھے، ان میں سے کچھ عبارتیں اس طرح تھیں:

1۔ قبائلی علاقوں میں فوج بھیجنا قائداعظم کے فرمان کو رد کرنا ہے 2۔ فرینڈز آف پاکستان کنسورشیم......ایک سنہری جال ہے 3۔ پاکستانی سرحدوں کے اندر امریکی کارروائی کا بھرپور جواب دیا جائے 4۔ بش کے غلامو! مسلمانوں کے قتل عام سے اللہ کے غضب کو نہ للکارو۔ 5۔ پاکستان سے امریکی افواج کے لیے سامان رسد کی ترسیل کا سلسلہ منقطع کیا جائے۔ 6۔ امریکہ کو فضائی حدود کی خلاف ورزی کی اجازت دینے کے حکومتی بیان کی ہم پُر زور مذمت کرتے ہیں۔

مظاہرے کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز تلاوتِ کلامِ پاک سے ہوا، جس کی سعادت تجمل حسن میر نے حاصل کی۔ اس کے بعد امیر حلقہ کی ہدایت پر نعیم اختر عدنان نے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ پرویز مشرف کے جانے کے بعد جمہوری حکومت سے یہ توقع تھی کہ وہ عوامی جذبات کا خیال رکھے گی اور ایسی پالیسی بنائے گی جس سے پاکستانی قوم کے عزت و وقار اور خودمختاری میں اضافہ ہوگا۔ لیکن موجودہ حالات سے تو یوں لگتا ہے کہ ہم پچھلی حکومت سے بھی گئی گزری حالت میں ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ غیر ملکیوں خصوصاً امریکیوں کو کھلا لائسنس دے دیا گیا ہے کہ وہ جہاں چاہیں کارروائی کریں۔

مرکزی ناظم نشر و اشاعت مرزا ایوب بیگ نے اپنے خطاب میں کہا کہ آج تک دنیا میں کسی بھی جگہ پر یہاں تک کہ اقوامِ متحدہ میں بھی دہشت گردی کی تعریف معین نہیں کی گئی ہے۔ لیکن ہماری ذہنی پسماندگی دیکھئے، کہ آج جس کو دیکھو، خواہ وہ سیکولر سیاستدان ہو یا فوجی آمر، ملکی یا غیر ملکی خبر رساں ایجنسیاں ہوں یا این جی اوز، سب کے سب یک زبان نفاذِ اسلام کا مطالبہ کرنے والوں کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ ہم ان کی اس رائے کو رد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ ذاتِ اقدس جن کے ذریعے انسانوں کو اللہ کا آخری کلام قرآن مجید عطا ہوا، جو تمام جہانوں کے لیے رحمت للعالمین بنا کر بھیجے گئے، ان کی تعلیم ہے کہ جنگ کے دوران بھی بے گناہ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کیا جائے اور مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ کافروں کے ساتھ لڑائی میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو پوری طرح تحفظ فراہم کیا گیا۔ لہٰذا ایسے لوگوں کا قتل جن کا جنگ سے کوئی تعلق نہیں عظیم ظلم ہے اور کوئی بھی مسلمان یہ ظالمانہ حرکت نہیں کر سکتا اور ہم ایسے فعل کی بھرپور طرح مذمت کرتے ہیں۔ انہوں نے الیکٹرانک میڈیا، دانشور حضرات اور NGO's کی یک رخی کو نمایاں کرتے ہوئے کہا کہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ خودکش حملوں میں ہلاکتوں پر ہمارے حضرات جس طرح کا ردعمل ظاہر کرتے ہیں اس طرح کے ردعمل کا اظہار فاٹا اور دوسرے علاقوں میں امریکی میزائلوں سے ہلاکتوں پر نہیں ہوتا، الیکٹرانک میڈیا ان کی کوریج نہیں کرتا۔ دانشور حضرات اُن کے دکھوں کو عام آدمی کا دکھ نہیں کہتے۔ انہوں نے سوال کیا کہ کیا وہ مسلمان نہیں؟ کیا وہ ہمارے بھائی نہیں؟ کیا وہ انسان نہیں؟ یاد رکھیے کہ اس بے حسی اور سنگدلی سے مظلوم لوگوں میں ایک شدید ردعمل پیدا ہوتا ہے جو ملک کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ اس کے بعد عبدالرزاق صاحب نے اجتماعی دعا کرائی اور اس کے ساتھ ہی یہ مظاہرہ اختتام کو پہنچا۔

(رپورٹ: محمد یونس)

پاکستان کا مطلب کیا!

محمد سمیع

شاعر مشرق نے کہا تھا ۔

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

تو قارئین! وہ جو تحریک پاکستان کے دوران ایک ولولہ انگیز نعرہ برصغیر کے طول و عرض میں گونجا تھا کہ ''پاکستان کا مطلب کیا: لاالٰہ الا اللہ'' اس میں ہم نے کتنے تغیر دیکھے، ہم اس کالم میں انہی کا تذکرہ کریں گے۔ ان تغیرات کو سمجھنے کے لئے جو اس نعرہ میں ہوئے، ان کے پس منظر کو سمجھنا ضروری ہے۔ لیکن اس سے پہلے آیئے ہم اس نظم کے چند اشعار پر نظر ڈالیں جس سے یہ نعرہ اخذ کیا گیا۔ یہ نظم تحریک پاکستان کے ممتاز کارکن پروفیسر اصغر سودائی کی ہے:

چھوڑ تعلق داری چھوڑ
اٹھ محمود بتوں کو توڑ
جاگ اللہ سے رشتہ جوڑ
غیر اللہ کا نام مٹا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ
تجھ میں خالدؓ کا ہے لہو
تجھ میں طارق کی ہے نمو
شیر کے بیٹے شیر ہے تو
شیر بن اور میدان میں آ
پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ
ہو پنجابی یا افغان
مل جانا شرط ایمان
لے کے رہیں گے پاکستان
حکم نبیؐ منشاءِ خدا
پاکستان کا مطلب کیا
لا الٰہ الا اللہ

جو نعرہ اس نظم میں بلند ہوا اور جس کو عوام میں زبردست پذیرائی حاصل ہوئی، اس سے قیام پاکستان کے اصل مقصد کی نشاندہی ہوتی ہے یعنی ہم ایک آزاد اور خودمختار ریاست قائم کرکے، اس میں لاالٰہ الا اللہ کی حکمرانی قائم کرنا چاہتے تھے۔ لیکن پھر ہوا کیا۔ تحریک پاکستان میں شامل چند قائدین نے اس مقصد کو ہی متنازعہ بنادیا۔ کہا گیا کہ قیام پاکستان کا اصل مقصد تو آزاد ہندوستان میں ہندوؤں کے غلبے سے نجات حاصل کرنا تھا، کیونکہ ہندو اکثریت میں تھے۔ ان کی معاشی حالت مسلمانوں سے بہتر تھی۔ ان سے ہماری تہذیب و تمدن کو خطرہ لاحق تھا۔ یہ تمام باتیں بھی اپنی جگہ درست ہیں، لیکن بقول ایک دینی دانشور کے محض ہندوؤں کے غلبے کا خوف تمام مسلمانان برصغیر کو متحرک کرنے کا سبب تو نہیں بن سکتا تھا۔ اس نعرے نے تحریک پاکستان کے لئے جو ایک قومی تحریک تھی، دینی تحریک نہیں تھی Binding force کا کام کیا، اسی طرح جس طرح عمارت کے استحکام کے لیے سیمنٹ اینٹوں کے ساتھ مل کر Binding force کا کام دیتا ہے۔ پروفیسر اصغر سودائی کی خواہش کے مطابق مسلمانوں نے یہ تعلق داری چھوڑ دی، علاقائی، لسانی اور مذہبی عصبیتوں کے بتوں کو توڑ دیا اور اس نعرہ کے نتیجے میں اس تحریک سے اس حد تک اپنا ناطہ جوڑ لیا کہ اقلیتی صوبوں کے مسلمان بھی مسلم لیگ کے ووٹر بن گئے۔ ان کے ووٹوں نے مسلم لیگ کے لئے کاسٹنگ ووٹ کا کام دیا حالانکہ انہیں خوب معلوم تھا کہ ان کا صوبہ پاکستان کا حصہ نہیں بنے گا۔ اس جذبے اور اتحاد کے نتیجے میں پاکستان کا معجزانہ قیام عمل میں آیا۔

افسوس اِس بات کا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد یہاں کے ایک سینئر سیاسی رہنما نے ارشاد فرمایا کہ ''پاکستان کا مطلب کیا: لاالٰہ الا اللہ'' کے نعرے کی اس کے سوا کوئی حقیقت نہیں کہ اسے چند چھوکروں نے لگایا تھا۔

قومی قائدین کی نیت کے اس کھوٹ نے پاکستان کے مقصد کے حصول یعنی اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام کو عملی شکل بننے سے اب تک روکا ہوا ہے۔ جہاں عدل نہ ہو، وہاں لامحالہ ظلم اس کی جگہ لے لیتا ہے، اور اس کی کارفرمائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ جب لوگوں کو ان کے حقوق نہ ملیں تو ان میں احساس محرومی کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اسی احساس محرومی کی وجہ سے 1971ء میں پاکستان دولخت ہوا اور اس میں بھارت نے نمایاں کردار ادا کیا لیکن آج ہمارے صدر محترم فرماتے ہیں کہ پاکستان کو بھارت سے کبھی کوئی خطرہ نہیں رہا۔ حیدرآباد دکن کی ریاست کو اس نے پولیس ایکشن کے ذریعہ بھارت میں شامل کرلیا، کشمیر پر اس کا غاصبانہ قبضہ آج تک برقرار ہے لیکن ہمارے صدر مملکت کشمیر کی جنگ آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والوں کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔

بہرحال میں ذکر کررہا تھا اس تغیر کا جو اس نعرہ میں برپا ہوا۔ ضیاء الحق نے چونکہ بھٹو کی حکومت کو برطرف کرکے اقتدار پر قبضہ کیا تھا، لہٰذا اس نے پیپلز پارٹی کو ختم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ بھٹو کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ کارکنوں پر جبر و تشدد ہوا اور وہ قید اور کوڑوں کا شکار ہوئے۔ اس زمانے میں اس ظلم پر احتجاج کی ایک نئی صورت پیدا ہوئی۔ اس نعرے میں پہلی مرتبہ تغیر برپا ہوا۔ لہٰذا اس دور میں جو نعرہ سامنے آیا وہ تھا ''پاکستان کا مطلب کیا: پھانسی، پھٹکا، مارشل لاء'' بھٹو صاحب کو امریکہ کے اشارے پر پھانسی دی گئی۔ لہٰذا ہمارے صدر محترم جو پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین ہیں، کیسے چاہیں گے کہ امریکہ کی دشمنی مول لی جائے، حالانکہ بظاہر احوال انہیں عوام نے مینڈیٹ ہی اس بات کا دیا تھا کہ کسی طرح امریکہ سے جان چھڑائی جائے۔ ہمارے صدر مملکت کی مجبوری یہ ہے کہ انہیں امریکی ایماء پر این آر او کے ذریعہ پاک صاف کیا گیا ہے۔ لہٰذا وہ اس کے زیر بار احسان ہیں۔ وہ امریکہ کے خلاف کیسے جاسکتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایک مقدمہ کے سوا، سارے مقدمات سے بری ہو چکے ہیں۔ ان کے لیے تو اب بھی موقع ہے کہ جس مقدمہ سے انہیں بریت حاصل نہیں ہوئی، وہ اس کی Proceeding جاری رہنے دیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس مقدمہ سے بھی گلو خلاصی دلوادے گا۔ اس طرح وہ اپنے عوام کے سامنے بھی سرخرو ہوں گے اور مخالفین کو بھی انگلی اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ لیکن ان کے سارے بیانات اور ان کی حکومت کے اقدامات اس بات کی نشان دہی کر رہے ہیں کہ امریکہ سے وفاداری کے معاملے میں وہ

پرویز مشرف سے بہت آگے نکلنے کے لیے کوشاں ہیں۔ لہٰذا آج کل اس نعرے میں ایک تغیر اور واقع ہوا ہے یعنی

"پاکستان کا مطلب کیا: امریکہ کا ساتھ تھا"

لہٰذا ہم اصغر سودائی کی وہ تمنا کس طرح پوری کر سکتے ہیں کہ ؎

شیر کے بیٹے شیر ہے تو
شیر بن اور میدان میں آ

شیر تو وہ تھا جس نے کہا تھا کہ "شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے"۔ جب اس کا لہو ہمارے جسموں میں باقی نہیں رہا تو خالدؓ اور طارق کا خون ہم میں کہاں باقی رہ سکتا ہے۔

تو قارئین! "پاکستان کا مطلب کیا" کے نعرے میں فی الحال تو یہی دو تغیرات ہوئے ہیں۔ آگے کیا ہوتا ہے یہ تو صرف اللہ جانتا ہے، جس سے ہم نے رشتہ جوڑا ہوتا تو آج ہم جس ذلت و رسوائی سے دوچار ہیں اس کی نوبت نہ آتی۔ اب پتہ نہیں ہمارے بارے میں حکم نبیؐ اور منشاء خدا کیا ہے؟

حرفِ حقیقت

قیام امن کا نام نہاد داعی، اور 1945ء میں جاپان پر ایٹمی آگ کی بارش برسانے والا امریکہ —— اور اُس کے صلیبی و صیہونی اتحادی ملت اسلامیہ پر جلد از جلد آرمیگاڈان مسلط کر دینا چاہتے ہیں

انسانیت کے دشمن: اسرائیل، امریکہ، برطانیہ

ابرار حسین ستوری

چار لاکھ انسان چند سیکنڈ میں بھسم ہو کر فضا میں تحلیل ہو گئے۔ ہیروشیما اور ناگاساکی دونوں شہر چٹیل میدان بن گئے۔ اب دنیا کے تین بڑے بدمعاش اسرائیل (برطانیہ و امریکہ کی ناجائز اولاد)، امریکہ اور برطانیہ کسی بہانے سے مسلمانوں پر ایٹم بم مارنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ یہ بات اسی طرح حق و سچ ہے جیسے موت برحق اور سچ ہے۔ اسی لیے تو یہ تین بڑے بدمعاش نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کے پاس کسی بھی قسم کا ایٹمی اسلحہ اور بیلسٹک میزائل ہوں۔ یہ لوگ مسلمانوں پر بے خبری میں ایسی جنگ مسلط کرنا چاہتے ہیں جس میں کم از کم دس بیس کروڑ مسلمان ہلاک کر دیے جائیں۔ یہ مسلمان کی ابھرتی ہوئی تحریکوں اور طاقت سے خائف ہیں۔ وہ اس جنگ کو آرمیگاڈان (خیر و شر) کی مذہبی جنگ کا نام دیتے ہیں۔ اُن کے مطابق اکیسویں صدی ہی آرمیگاڈان جنگ کی صدی ہو گی۔ سابق امریکی صدر رونالڈ ریگن نے اپنے دورِ اقتدار میں نو (9) دفعہ یہ بیان دوہرایا۔ بش سینئر اور بش جونیئر نے بھی آرمیگاڈان کی جنگ کا عندیہ دیا۔ بش جونیئر/2001ء کے شروع میں کروسیڈ جنگ لڑنے کا اقرار اپنی زبان سے کر چکا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کروسیڈ (Crusades) وہ جنگیں ہیں جو صرف مسلمانوں سے لڑی گئیں۔ ان جنگوں میں یورپی عیسائی دنیا کے نائیٹس، ٹمپلرز، ہاسپٹلرز اور فوجیں اُمڈ اُمڈ کر مسلمانوں کے علاقوں پر مذہبی بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کے جنون کی بنیاد پر حملہ آور ہوتی رہیں۔ کروسیڈز سوائے مسلمانوں کے کسی اور قوم سے نہیں لڑی گئیں۔ اب بھی اسرائیل، برطانیہ اور امریکہ کے یہی ارادے ہیں۔

دنیا کے مسلمانوں اور امن پسند لوگو! ہوش میں آؤ، متحد ہو جاؤ۔ اے دنیا کے دیگر امن پسندو! یاد رکھو، مسلمانوں کے بعد یہ دوسرے امن پسند ملکوں کو تباہ کریں گے۔ اس وقت صرف مسلمان ہی دنیا کے غریب اور امن پسند ملکوں کے لیے ڈھال بنے ہوئے ہیں۔ اسی لیے تو دشمن مسلمان کا گھیرا توڑ کر اور کمزور کر کے دنیا کو اپنے خونیں شکنجے میں جکڑنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ دجالیت کے علمبردار ہیں۔ حق و صداقت اور عدل و انصاف کے دشمن ہیں۔ اے مسلمانو! تمہیں چاہیے کہ تمہارے ہر ملک کے پاس ایٹمی ہتھیار اور میزائل ٹیکنالوجی ہو، تاکہ ان تین بڑے بدمعاشوں اسرائیل، امریکہ اور برطانیہ سے محفوظ رہو۔ ذرا سوچو کہ اگر جاپان کے پاس ایٹم بم ہوتے تو کیا امریکہ کبھی جاپان پر ایٹم بم مارتا۔ ظاہر ہے کہ ایسا کبھی نہ ہوتا۔ افسوس اس بات کا ہے خود جاپان بھی ان کا ساتھ دے کر دنیا اور مسلمانوں کو مروانا چاہتا ہے۔ جاپان کی یہ پالیسی قرین انصاف نہیں۔ موجودہ حالات میں تو خود جاپان کو کم از کم پچاس ایٹم بم اور پچاس بیلسٹک میزائل اپنے پاس رکھنے چاہئیں اور وہ ان تین بڑے بدمعاشوں کے مقابلہ میں دوسروں کی مدد بھی کرے، پھر ہی یہ ممکن ہو گا کہ یہ "Rogue Nations" اپنے ارادوں سے باز رہیں گی، ورنہ امریکہ کا کوئی پاگل صدر (جیسا کہ ٹرومین تھا) یا صیہونی حکمران کسی بھی کمزور ملک بالخصوص مسلمانوں پر ایٹمی حملہ کر سکتا ہے۔

ہمیں یہ جان لینا چاہیے کہ آئی اے ای اے (IAEA) اور یو این او (UNO) کسی طرح ہماری حفاظت نہیں کر سکتیں۔ عراق اور افغانستان کے معاملہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ یہ دونوں مکار، عیار، فریب کار اور منافقت سے بھرپور ادارے ہیں۔ یہ دونوں ادارے یہودیوں (صیہونیوں) کے قائم کردہ ہیں۔ یو این او (UNO) ان تین بڑوں کی لونڈی اور غریب اقوام کی دشمن ہے۔ جب سے یہ قائم ہوئی ہے آج تک اس نے کسی غریب ملک کے حق میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ یو این او انسانیت کے ماتھے پر ایک بدنما داغ ہے۔ اس کے پلیٹ فارم سے دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ عالمی سازشوں سے ظاہر ہو چکا ہے کہ اسرائیل، امریکہ اور برطانیہ جو دنیا کے کٹر ترین بنیاد پرست (Fundamentalist) انتہا پسند (Exteremist) اور دہشت گرد (Terrorist) ہیں، دنیا کا امن و امان برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ دلی طور پر مسلمانوں کے شدید ترین دشمن ہیں اور مسلمانوں اور دین اسلام سے نفرت کرتے ہیں۔ ان کو اپنی نسلی برتری کا روگ ہے۔......... مسلمانو! ان کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ کے دین کا پرچم تھام لو۔ پھر دنیا کی کوئی طاقت تمہیں شکست نہ دے سکے گی۔ تمہاری تاریخ بھی تمہیں یہی سبق دیتی ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی، حلقہ سندھ زیریں کے منفرد رفیق منظور حسین کی اہلیہ انتقال کر گئیں
- تنظیم اسلامی پی بی ہوڑ کے امیر عالم زیب کے نانا وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں؟

ایم ایس اختر

حیرت ہوتی ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں خواتین کے ساتھ جو سلوک روا رکھا جا رہا ہے، ثنا خوانِ تقدیس مشرق کی طرف سے اس پر خاموشی کیوں ہے، خواہ ان کے ساتھ اجتماعی زیادتی کا معاملہ ہو اور دنیا مختاراں مائی کو اسلام سے بغض کے نتیجے میں اپنے سر پر بٹھالے ڈاکٹر شازیہ کو ملک چھوڑنا پڑے، لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جائے۔ ہماری طرف سے جواب یہ آتا ہے کہ مختاراں مائی جیسی خواتین غیر ملکی ویزا حاصل کرنے کے لیے ایسے مواقع سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ ڈاکٹر شازیہ کے ساتھ زیادتی کا سختی سے انکار کر دیا جاتا ہے کیونکہ اپنے پیٹی بھائیوں کو بچانا مقصود ہوتا ہے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کے معاملہ کو قبائلی روایات کا حصہ قرار دیا جاتا ہے۔ روزانہ کا معاملہ یہ ہے کہ بسوں وغیرہ میں خواتین کے لیے الگ حصہ مخصوص ہوتا ہے جس میں مردوں کا ہجوم ہوتا ہے اور بس کے انتظار میں سڑک پر موجود خواتین بے بسی کی تصویر بنی رہتی ہیں۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ حکام اس صورتحال سے خوش نہیں، کبھی کبھی جیسے انگریزی میں Once in a blue moon کہا جاتا ہے ٹریفک کا کوئی افسر اعلیٰ یہ بیان جاری کر دیتا ہے کہ اس صورتحال کا تدارک کیا جائے گا۔ دو ایک روز پولیس اہلکار حرکت میں نظر آتے ہیں، پھر صورتحال اپنی پہلی پوزیشن پر واپس لوٹ آتی ہے۔ ایسے میں ذہن میں ساحر لدھیانوی کا وہی سوال ابھرتا ہے کہ

ع ثنا خوانِ تقدیسِ مشرق کہاں ہیں

اب میں جس واقعہ کا تذکرہ کرنے لگا ہوں اس کو پڑھئے اور ہمارے حکمرانوں کے اس دعوے کو ذہن میں لائیے کہ اس ملک نے اتنی "ترقی" کی ہے کہ کروڑوں افراد موبائل فون سے "مستفید" ہو رہے ہیں۔ خبر یوں ہے:

"آج کل موبائل فون پر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی دوستیاں اور کئی کئی گھنٹے گفتگو کرنے کا سلسلہ عروج پر ہے اور کئی بھولی بھالی لڑکیاں آوارہ اور بدچلن لڑکوں کے ہاتھوں بلیک میل ہو کر اپنی زندگیاں خراب کر چکی ہیں۔ گزشتہ روز میرپور خاص کے علاقے ہیر آباد کی لڑکی ...... بھی اس موبائل فون دوستی کے چکر میں بلیک میل ہو کر اپنے خاندان کو رسوا کر کے گھر سے نکل گئی ہے اور جاتے جاتے اپنے بھائی کے نام خط چھوڑا ہے جس میں لڑکی نے بتایا ہے "بھائی میں انتہائی مجبوری کی حالت میں یہ گھر چھوڑ رہی ہوں اور مجھے ...... نے شادی کا جھانسا دے کر بے آبرو کیا اور میری موبائل فون پر غیر اخلاقی تصاویر بنا کر مجھے بلیک میل کرتا تھا۔ اور جب آپ نے مجھے اس لڑکے کے ساتھ شادی سے منع کیا تو میں نے بھی اسے منع کر دیا، مگر اس نے مجھے جان سے مارنے کی دھمکیاں دیں اور خوف کے مارے میں نے بھائی جان آپ کو حقیقت نہیں بتائی۔ میں ...... سے شادی نہیں کرنا چاہتی مگر اس خوف سے کہ وہ مجھے بدنام کرے گا، اب اس کی ہدایت پر گھر چھوڑ رہی ہوں۔ اس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نہیں آئی تو وہ میری تصاویر انٹرنیٹ پر جاری کر دے گا۔ ...... حیدرآباد قاسم آباد میں رہتا ہے اور اس کے ساتھ دیگر چار لڑکے بھی فلیٹ میں رہتے ہیں اور یہ سب لوگ ملے ہوئے ہیں۔"

قارئین! آپ نے دیکھا کہ بقول حکمرانوں کے ہمارے ملک میں موبائل فون کے فروغ کے نتیجے میں جو "ترقی" ہو رہی ہے، وہ ہمیں کتنی مہنگی پڑ رہی ہے۔ لیکن حکمرانوں کو اس سے کیا مطلب۔ اس مقام پر محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے موبائل فون کے بارے میں جو ریمارکس دیئے ہیں وہ ہمارے قارئین کے لیے دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ ڈاکٹر خان کے مطابق "ہم ٹی وی پر دیکھتے ہیں کہ ہرا ایرا غیرا موبائل فون استعمال کر رہا ہے لیکن کوئی بھی اس کے مالی نقصانات سے آگاہ نہیں ہے۔ موبائل فون کے متعارف کیے جانے سے پہلے سال میں پاکستان نے موبائل فون کی درآمد پر ایک ارب ڈالر خرچ کیے اور ان کمپنیوں کی طرف سے اپنے ممالک کو واپس بھجوائے جانے والے سینکڑوں کروڑوں ڈالر کے زرمبادلہ کی تو بات ہی کیا۔"

ہمارے یہ حکمران وہ تو نہیں رہے جو قوم کی بیٹیوں کے باپ کی حیثیت رکھتے تھے۔ جب خود ان کے اپنے باپ اور بھائی ان کے موبائل کے بے دریغ استعمال پر آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو حکمران تو ان کے صرف معنوی باپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہمیں اپنے دین کی تعلیمات پر نگاہ دوڑانی چاہیے جن کو ہم نے یکسر فراموش کر رکھا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"خبردار! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ سے مراد اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔"

قرآن کریم نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو کیونکہ یہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔ زنا کے سد باب کے لئے ہمارے دین نے ہمیں ستر و حجاب کی تعلیم دی۔ گھر کے اندر پردہ کی کیا صورت ہے اور خواتین کو اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے ستر کی پابندی کے لئے کیا کرنا ہے اور محرم رشتہ دار کون کون ہیں؟ یہ سب واضح کر دیا۔ نظروں کی نیچی رکھنے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم مرد و خواتین دونوں کو دیا گیا۔ گھر کے باہر نامحرموں کے درمیان حجاب کی کس طرح پابندی کرنی ہے، وہ بھی واضح کر دیا۔ اسلامی معاشرے میں مرد و خواتین کی مخلوط محافل پر پابندی لگائی گئی۔ فحاشی کے سارے ذرائع کے سد باب کا حکم دیا۔ لیکن ہمارے آج کے حکمران ایک طرف پردے کو پسماندگی کی علامت قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے علاوہ سڑکوں پر اشتہارات میں فحاشی کی کھلی اجازت دے رکھی ہے۔ اس کے نتائج تو ایسے ہی برآمد ہوں گے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ موبائل فون فی نفسہٖ کوئی بری شے ہے، مگر بقول حضرت غالب

دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

ہمیں یہ ضرور طے کرنا چاہیے کہ بچوں کو موبائل فون تک کتنی پہنچ دی جانی چاہیے۔ ہمارے بچپن میں تو بچوں کو ناولوں تک پڑھنے کی اجازت نہیں تھی لیکن آج تو انٹرنیٹ اور موبائل فون کا دور ہے۔ نیٹ کیفوں میں کیا ہو رہا ہے، اس سے ہم سب واقف ہیں۔ لیکن ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ جن پر اس قسم کے واقعات گزرتے ہیں ان کے احساسات سے ہمیں کیا سروکار۔ ہاں، ہماری آنکھ اس وقت کھلتی ہے جب اس آگ کی لپیٹ میں ہمارا اپنا گھر آ جاتا ہے۔ ہم یہ بھول چکے ہیں کہ ہمیں قرآن مجید نے خود کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچانے کا حکم دیا ہے۔ ہمیں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی یاد نہیں کہ "تم میں سے ہر شخص راعی (چرواہا) ہے اور اس سے اس کی رعیت (مویشیوں کے گلے) کے بارے میں پرسش ہوگی۔" اس ارشاد گرامی کی رو سے سربراہ خاندان اپنے افراد خاندان کا راعی ہے۔ اگر وہ اپنی اس رعیت کی سیرت و کردار پر نظر نہ رکھے تو اسی قسم کے واقعات ظہور پذیر ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں احساس فرض کی دولت سے مالا مال کرے۔ آمین!

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا

حافظ محمد مشتاق ربانی

حق دراصل موجود اور قائم حقیقت کا نام ہے، لیکن قرآن حکیم میں یہ اصطلاح ان معانی میں بھی استعمال ہوئی ہے۔

(ا) ہر وہ بات حق ہے جس کا واقعہ ہونا قطعی ہو، جیسے فرمایا: "بے شک یہ بات سچی ہے، اہل باطل میں یہی کچھ جھگڑے ہونے والے ہیں۔" (سورۃ ص:64)

(ب) ہر وہ بات حق ہے جو عقل کے نزدیک مسلّم ہو، جیسے فرمایا: "پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔" (الانعام 62)

(ج) ہر وہ بات حق ہے جو اخلاقی لحاظ سے واجب ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے۔" (الذاریات:19)

گویا حق ایسی حقیقت کا نام ہے جسے عقل تسلیم کرے اور اخلاقی لحاظ سے پسندیدہ ہو۔ مولانا حمید الدین فراہی کے نزدیک حق اپنے وسیع معنی میں اس چیز کو کہیں گے جو عقل و دل دونوں کو ایک ساتھ محبوب ہو اور جو علم و عمل دونوں پر یکساں طور پر حاوی ہو اور نیز ظلم و فساد کی ضد ہو۔

حق کے بالمقابل باطل ہے، جس کے معنی غیر حقیقی چیز کے ہیں، اور اس کا اطلاق قول و فعل دونوں پر ہوتا ہے۔ یہ اصطلاح بھی قرآن حکیم میں حق کی طرح کئی معانی میں استعمال ہوئی ہے اور وہ استعمالات درج ذیل ہیں:

(ا) باطل بمعنی کذب (جھوٹ)، مثلاً "اس (قرآن) پر جھوٹ کا دخل نہیں، آگے سے نہ پیچھے سے۔" (حم السجدہ 42)

(ب) باطل بمعنی شرک، مثلاً: "کیا پھر بھی، بے بنیاد چیزوں (شرک) پر ایمان رکھیں گے؟" (النحل:72)

(ج) باطل کے معنی ظلم و زیادتی کے بھی ہیں، مثلاً: "اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔" (البقرہ:188)

پس باطل کا مفہوم ناپائیدار اور بے بنیاد قول و عمل ہے جس کی ایک قسم کذب ہے۔ امام راغب اصفہانی "مفردات القرآن" میں لکھتے ہیں: "ہر وہ بات جس میں تحقیق کے بعد ثبات اور پائیداری نظر نہ آئے وہ باطل ہے۔"

حق و باطل کے نظریہ کو قرآن حکیم نے بڑے ہی فلسفیانہ انداز میں مثالوں کے ذریعے سے بیان کیا ہے، اور ایسی مثالیں پیش کی ہیں جو ہر آدمی کے مشاہدہ میں آتی ہیں۔ سورۃ الرعد میں فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا اور ہر ندی نالہ اپنے اپنے ظرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا۔ پھر جب سیلاب اُٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آ گئی اور ایسے ہی جھاگ ان دھاتوں پر بھی اٹھتی ہے جنہیں زیور اور برتن وغیرہ بنانے کے لیے پگھلایا کرتے ہیں۔ اسی مثال سے اللہ حق اور باطل کے معاملے کو واضح کرتا ہے۔ جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہوتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ مثالوں سے اپنی بات سمجھاتا ہے"۔ (آیت:17)

اس آیت میں حق اور باطل کی دو مثالیں بیان ہوئی ہیں، ایک مثال پانی کی اور دوسری آگ کی۔ پانی کی مثال کی بابت فرمایا گیا کہ جب موسلا دھار بارش برستی ہے تو وادیاں پانی سے لبریز ہو جاتی ہیں۔ کچھ وادیاں بڑی اور وسیع ہوتی ہیں اور کچھ تنگ وادیاں ہوتی ہیں جن میں پانی کم بہتا ہے۔ اس بہتے ہوئے پانی میں ہمیشہ دیکھنے میں آتا ہے کہ سطح آب پر کچھ جھاگ آ جاتی ہے، اس جھاگ کو باطل سمجھو۔ اسی طرح زیور بنانے کے لیے جب سونا چاندی پگھلایا جاتا ہے یا دیگر چیزیں بناتے وقت دھاتوں کو گلایا جاتا ہے تو اسی قسم کا جھاگ ان پر بھی آتا ہے جو باطل کی مانند ہے جس کے بارے میں فرمایا ﴿فَیَذْهَبُ جُفَآءً﴾ "تو وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے۔" کیونکہ وہ مفید اور نفع بخش ہوتا ہے۔

آپ شاید سوچتے ہوں گے کہ حق ہمیشہ غالب رہنا چاہیے اور باطل ہمیشہ مغلوب ہونا چاہیے لیکن موجودہ صورتِ حال یہ ہے کہ باطل غالب ہے اور حق مغلوب ہے۔ دراصل باطل کا یہ غلبہ عارضی ہے، حتمی اور آخری غلبہ ہمیشہ حق اور اہل حق کا نصیب ہے۔

قرآن حکیم کی زیر مطالعہ آیت میں بھی آپ نے دیکھا کہ جھاگ جو باطل کی مانند ہے وہ اوپر ہے، اور نتھرا ہوا پانی جو حق کے مشابہ ہے، وہ نیچے ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد پانی کی کوئی لہر اسے اُٹھا کر باہر پھینک دے گی اور اس جھاگ کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔ اسی لیے قرآن حکیم نے فرمایا:

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (الاسراء:81)

"اور اعلان کر دو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔"

مولانا امین احسن اصلاحی تدبر قرآن میں ﴿ان الباطل کان زھوقا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"انسانی فطرت کے اندر باطل کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ یہ خودرو جھاڑیوں کی طرح اس وقت پھیلتا ہے جب اس کو صاف کرتے رہنے والے موجود نہیں ہوتے۔ جب اس کو صاف کرنے والے آ موجود ہوتے ہیں تو حالات کے اعتبار سے گو انہیں مشقت اٹھانی پڑتی ہے لیکن بالآخر یہ نابود ہو کے رہتا ہے اور اس کی جگہ وہ کشتِ حق لہلہا اُٹھتی ہے جس کا تخم اہل حق ڈالتے ہیں اس لیے کہ انسانی فطرت کی زمین درحقیقت فاطر فطرت نے اس کشت حق کی پرورش کے لیے بنائی ہے نہ کہ اس خار و خس کی پرورش کے لیے جو محض غفلت کی پیداوار ہے۔"

اس آیت میں آپ نے دیکھا کہ حق کو بقائے دوام اور باطل کو فنا و زوال بخشا گیا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اصل میں اللہ تعالیٰ کا اصول ہے کہ جو چیز لوگوں کے لیے مفید اور نفع بخش ہو گی، جس سے انسانیت کا بھلا ہو اور جو کائنات میں افزائش اور بڑھوتری کا باعث بنے گی، اسے دوام ملے گا، اور جو ضرر رساں اور فائدہ سے خالی ہو گی، اس کے لیے اس کائنات میں سوائے فنا کے اور کوئی صورت نہیں ہے۔

سورۃ الرعد کی متذکرہ آیت 17 میں دراصل اللہ تعالیٰ نے قانون بقا اور فنا بیان کیا ہے۔ پیر کرم شاہ الازہری اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" میں لکھتے ہیں: "قرآن حکیم نے چودہ صدیاں پہلے تنازع للبقاء (Struggle For Existence) میں بقاء اصلح کا قانون (Survival of the Fittest) واضح طور پر بتا دیا تھا کہ اس دنیا میں وہی چیز باقی رہے گی جو مفید اور نفع بخش ہو گی اور جب بھی کوئی چیز اپنی افادیت کھو بیٹھے، وہ کسی وقت کتنی عزیز اور گراں قدر کیوں نہ ہو، اس کو اُٹھا کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ آپ صبح سویرے اپنے باغیچے سے خوبصورت، رنگین اور پیارے پیارے پھول چن کر ان کا گلدستہ بناتے ہیں اور کس شوق سے اُسے کسی گلدان میں سجاتے ہیں۔ دن بھر

انہیں دیکھ کر کتنی تازگی اور فرحت محسوس کرتے ہیں لیکن جب وہ دوسرے دن کملا جاتے ہیں، ان کی مہک ختم اور ان کی رنگت پھیکی پڑ جاتی ہے تو اس گلدستہ کو اپنے انہیں ہاتھوں سے اُٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں۔ یہی حال نظریات کا بھی ہے۔ زندگی کے وہ کسی شعبہ سے متعلق ہوں جب تک وہ مفید نتائج پیدا کرتے رہتے ہیں وہ زندہ وسلامت رہتے ہیں اور جب وہ افادیت سے محروم ہو جاتے ہیں تو انہیں بھلا دیا جاتا ہے۔ قوموں اور افراد کے لیے بھی عروج وزوال کا یہی معیار ہے۔ جب تک کوئی فرد یا کوئی قوم اپنی تعمیری صلاحیتوں سے منافع بخش اعمال سے متصف رہتی ہے اس کی عظمت کا پرچم بلندیوں پر لہراتا رہتا ہے اور جب اس کی ذہنی قوتیں بانجھ ہو جاتی ہیں تو وہ عزت وکرامت کا تاج چپکے سے ان کے سر پر سے اُتار لیا جاتا ہے۔"

یاد رہے کہ حق وباطل کی آویزش ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ حضرت علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

اس آویزش میں کبھی حق غالب آ گیا اور کبھی عارضی طور پر باطل غالب آ گیا، لیکن حتمی جیت ہمیشہ حق کی رہی ہے۔ قرآن حکیم میں اس سنت الٰہی کا بایں الفاظ ذکر ہے:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾

"مگر ہم باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے اور وہ دیکھتے دیکھتے مٹ جاتا ہے۔" (الانبیاء:18)

غور طلب بات یہ ہے کہ اس وقت حق اور باطل ہمارے پاس کس کس شکل میں ہیں تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں۔ حق اس وقت ہمارے پاس دین اسلام کی شکل میں ہے اور باقی تمام نظام باطل ہیں کیونکہ وہ مادہ پرستی پر مبنی ہیں جن میں روحانیت کی معمولی سی جھلک بھی نہیں ہے۔ و[redacted] رہے کہ قرآن حکیم میں بھی بعض مقامات پر "الحق" سے [redacted] اسلام اور "الباطل" سے مراد شرک کا نظام ہے، جیسا[redacted] صاحب الکشاف نے سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ﴿وقـ[redacted] جاء الحق وزھق الباطل﴾ میں وارد الحق اور الباطل سے مراد الاسلام اور الشرک لکھا ہے۔

اگرچہ اس وقت پوری دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کا غلبہ ہے، لیکن یہ غلبہ مستقل صورت میں رہنے والا نہیں ہے بلکہ یہ زوال کا شکار ہو کر رہے گا، یہ "الزبد" (میل کچیل، جھاگ) کی مانند ہے جسے حق کا ایک جھونکا اڑا لے جائے گا۔ اقبال نے بہت سے فرمایا تھا:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے!

کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہو گا!
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا

دینِ اسلام کو اگرچہ اس وقت غلبہ تو نصیب نہیں ہے لیکن حتمی اور یقینی فتح اسی کی ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (الصف)

"وہی تو ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔"

اس وقت تاریکی اور مایوسی کے جو گہرے بادل چھائے ہوئے ہیں، اس سے ہمیں نکلنا چاہیے اور یقین رکھنا چاہیے کہ باطل کو بالآخر شکست اور حق کی جیت ہو گی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر ایک عام انسان کیسے جان سکتا تھا کہ مسلمانوں کو فتح ہو گی اور کفار کو شکست ہو گی، لیکن اللہ تعالیٰ نے کفر واسلام کے معرکے کا میدان سجایا ہی اسی لیے تھا کہ حق غالب ہو اور باطل کو شکست ہو۔ سورۃ الانفال میں فرمایا:

﴿وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝﴾

"مگر اللہ کا ارادہ یہ تھا کہ اپنے ارشادات سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق حق ہو کر رہے اور باطل باطل ہو کر رہ جائے خواہ مجرموں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔"

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم دین اسلام (جو ہمارے پاس الحق کی شکل میں ہے) کے غلبہ کے لیے جدوجہد کریں اور کفار کے ناپاک عزائم کو سمجھیں اور انہیں ناکام بنانے کی منصوبہ بندی کریں۔ سچی بات ہے کہ اہل کفر اس وقت باؤلے کتے کی طرح مسلمانوں کو کاٹنے اور اُن کے وجود کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں وارد ہوا ہے: "تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے۔ ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے، اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے۔" (آل عمران:118)

باطل ناپائیدار شاخ کی طرح ٹوٹ کر منتشر ہو جاتا ہے۔ اور ابدی رسوائی اُس کا مقدر ہوتا ہے۔

✿✿✿✿✿

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ایکسرے، ای۔ سی۔ جی اور الٹرا ساؤنڈ کی جدید اقسام کلر ڈاپلر، T.V.S، 4-D، ایکو کارڈیو گرافی اور Lungs Function Tests کی سہولیات

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی
تصدیق شدہ ادارہ
ISO 9001:2000

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خصوصی پیشکش

الٹرا ساؤنڈ (پیٹ)، Lungs Function Tests، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/2500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہو گا۔ نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

B-950 فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:5163924, 5170077 Fax:5162185
Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

”خودکش حملے اور ارباب اختیار کا رویہ“

حامد میر

پاکستان میں خودکش حملوں کے خلاف ایک اور فتویٰ آ گیا ہے۔ متحدہ علماء کونسل نے ایک متفقہ اعلان میں کہا ہے کہ پاکستان میں خودکش حملے حرام ہیں۔ اس سے پہلے بھی کئی جید علماء اس قسم کے فتوے دے چکے ہیں جن میں مفتی منیب الرحمٰن اور مفتی رفیع عثمانی صاحب قابل ذکر ہیں۔ مولانا حسن جان صاحب کو تو خودکش حملوں کے خلاف بولنے پر گولی بھی ماردی گئی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ تمام مکاتب فکر کے جید علماء خودکش حملوں کو حرام قرار دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ حملے ختم نہیں ہوئے؟ غور کیا جائے تو علمائے کرام کے فتووں کو درست تناظر میں سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ تمام علماء خودکش حملوں کو حرام قرار دینے کے ساتھ ساتھ ان کے اسباب ختم کرنے پر بھی زور دیتے ہیں لیکن ارباب اختیار اسباب پر غور کرنے کے لیے تیار ہی نظر نہیں آتے۔

اگر ہم واقعی خودکش حملوں سے نجات چاہتے ہیں تو پھر ہمیں ان حملوں کے اسباب بھی ختم کرنا ہوں گے۔ ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ روایتی دہشت گردی اور خودکش حملوں میں فرق ہے۔ روایتی دہشت گردی میں ٹارگٹ کلنگ، ریموٹ کنٹرول بم دھماکے، ریلوے لائنیں اکھاڑنا اور گیس پائپ لائنوں کو تباہ کرنے جیسے ہتھکنڈے شامل ہیں۔ یہ روایتی دہشت گردی ہم 1951ء سے دیکھ رہے ہیں۔ 1971ء میں ہم نے اس دہشت گردی کی انتہا سابق مشرقی پاکستان میں دیکھی۔ پھر جب ہم سابق سوویت یونین کے خلاف افغانستان میں جنگ کا حصہ بنے تو پاکستان میں بم دھماکوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا۔ یہ سلسلہ 1981ء سے 2001ء تک چلتا رہا۔ ان بیس سالوں میں بھارت نے پاکستان میں کئی لسانی و فرقہ وارانہ گروپوں کو بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر امداد دی، ایران اور بعض خلیجی ممالک بھی فرقہ وارانہ گروپوں کی سرپرستی میں پیچھے نہ رہے لیکن ان تمام گروپوں کی سرگرمیاں مخصوص علاقوں تک محدود تھیں۔ یہ گروپ کبھی قومی سطح پر خوف و ہراس پھیلانے میں کامیاب نہ ہوئے۔ 2001ء سے پہلے ہمیں جس قسم کی دہشت گردی کا سامنا تھا، اس نے عام پاکستانیوں کے حوصلے پست نہیں کیے تھے۔ گیارہ ستمبر 2001ء کے بعد امریکا نے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا اعلان کیا اور جنرل پرویز مشرف اس جنگ میں ان کے حصہ دار بن گئے۔ 2003ء میں امریکی دباؤ پر پاکستانی فوج نے آہستہ آہستہ قبائلی علاقوں میں داخل ہونا شروع کیا۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت علی محمد جان اورکزئی کور کمانڈر پشاور تھے۔ انہوں نے 2003ء میں مہمند کے علاقے میں مجھے فری ڈسپنسریاں دکھائیں اور کہا کہ وہ صرف قبائل کی مدد کے لئے وہاں گئے ہیں۔ جب تک اورکزئی کور کمانڈر پشاور رہے تھے، قبائلی علاقوں میں ترقیاتی کام شروع کرنے کے منصوبے بنتے رہے۔ پھر ان کی جگہ صفدر حسین کو کور کمانڈر پشاور بنایا گیا اور فوج نے جنوبی وزیرستان میں آپریشن شروع کردیا۔ آپریشن کے آغاز میں ہی عورتوں اور بچوں کا جانی نقصان شروع ہوگیا۔ بے گناہوں کے جانی نقصان نے قبائلی نوجوانوں میں عسکریت پسندی کو فروغ دیا، یہی پاکستان میں خودکش حملوں کے دور کا آغاز تھا، لہٰذا ہمیں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ خودکش حملوں کا تعلق قبائلی علاقوں میں فوجی آپریشن سے ہے۔

آج کل پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں دہشت گردی پر گفتگو ہو رہی ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ حکومت اس اجلاس میں سادہ اکثریت سے ایک قرارداد منظور کروا کر اس پالیسی کو برقرار رکھنا چاہتی ہے جو سابق صدر پرویز مشرف نے امریکی دباؤ پر شروع کی تھی۔ خدانخواستہ اگر ایسا ہوا تو حالات بہتر ہونے کی بجائے مزید بگڑ سکتے ہیں۔ حکومت کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے ارکان پر مشتمل ایک مشترکہ کمیٹی بنائی جانی چاہیے۔

اس کمیٹی میں حکومت اور اپوزیشن کے ارکان کی تعداد برابر ہونی چاہیے۔ یہ کمیٹی قبائلی علاقوں کا دورہ کرے، سوات کا دورہ کرے اور صوبہ پختونخواہ کے متاثرہ علاقوں کا بھی دورہ کرے۔ یہ کمیٹی مقامی لوگوں سے ملے، مختلف ریاستی اداروں کے ذمہ داروں کا نقطہ نظر سنے اور یہ جاننے کی کوشش کرے کہ 2003ء میں فوج کن مقاصد کے لئے قبائلی علاقوں میں داخل ہوئی اور یہ مقاصد کہاں تک حاصل ہوئے؟ اس کمیٹی کو وزارت دفاع، وزارت خارجہ اور ایوان صدر کے ریکارڈ تک رسائی ملنی چاہیے تاکہ کمیٹی یہ معلوم کر سکے کہ پرویز مشرف اور امریکا کے درمیان کیا کچھ طے ہوا تھا؟ امریکا نے 2001ء کے بعد جو ساڑھے دس ارب ڈالر دیئے، وہ کہاں خرچ ہوئے؟ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی یہ سراغ بھی لگائے کہ جنوری 2007ء میں سی ڈی اے نے اسلام آباد میں سات مساجد کس کے حکم پر شہید کیں کیونکہ ان میں مسجد امیر حمزہؓ بھی شامل تھی جو سو سال سے قائم تھی۔ ان مساجد کی شہادت کے ردعمل میں جامعہ حفصہؓ کی طالبات نے ایک چلڈرن لائبریری پر قبضہ کرلیا۔ اس دوران 9 مارچ 2007ء کو عدالتی بحران شروع ہوگیا اور پھر مشرف حکومت نے عدالتی بحران سے توجہ ہٹانے کے لیے چلڈرن لائبریری پر طالبات کے قبضے کو پرامن طریقے سے ختم کرانے میں کوئی دلچسپی نہ لی بلکہ یہ معاملہ طوالت اختیار کر گیا۔ جب مشرف کو یقین ہوگیا کہ سپریم کورٹ کی طرف سے جسٹس افتخار محمد چوہدری کے حق میں فیصلہ آئے گا تو دس جولائی کو لال مسجد پر دھاوا بول دیا گیا۔ اس دن لندن میں آل پارٹیز کانفرنس بھی ہو رہی تھی۔ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کو لال مسجد آپریشن کا مکمل جائزہ لینا ہوگا کیونکہ اس آپریشن کے بعد خودکش حملوں میں شدت آئی۔ کمیٹی کو اس سوال کا جواب بھی تلاش کرنا ہوگا کہ سوات میں حالیہ آپریشن تین نومبر 2007ء کو کیوں شروع ہوا؟ یہ وہ دن تھا جب مشرف نے پاکستان میں ایمرجنسی لگائی اور تمام ٹی وی چینلز بند کردیئے۔ سوات کے حالات تین نومبر 2007ء کو زیادہ خراب تھے یا آج زیادہ خراب ہیں؟

یہ بھی معلوم کیا جائے کہ جولائی 2008ء کے آخری ہفتے میں پرویز مشرف کے مواخذے کا فیصلہ ہوا اور 3 اگست کو باجوڑ میں آپریشن شروع ہوگیا۔ یہ آپریشن 2004-08ء تک کیوں نہ ہوا؟ مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کو ان اسباب کا بھی جائزہ لینا چاہیے جن کا ذکر ملک کے جید علماء بار بار کرچکے ہیں۔ کمیٹی ان علماء سے بھی ضرور ملاقات کرے اور آخر میں اپنی سفارشات پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں پیش کرے۔ ان سفارشات پر پارلیمنٹ کے کھلے اجلاس میں بحث ہو اور اس کے بعد ایک متفقہ قرارداد منظور ہونے کے سو فیصد امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ ارباب اختیار سے گزارش ہے کہ جلدی نہ کریں اور مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کی سفارشات سامنے آنے تک کوئی قرارداد منظور نہ کی جائے۔ اگر تمام سیاسی جماعتوں اور ریاستی اداروں کے صلاح مشورے سے کوئی پالیسی تشکیل دی گئی تو پاکستان میں امن کا قیام مشکل نہ ہوگا۔

(بشکریہ روزنامہ ”جنگ“)

جبریل و ابلیس

[بالِ جبریل]

جبریل

ہمدمِ دیرینہ! کیسا ہے جہانِ رنگ و بُو؟

ابلیس

سوز و ساز و درد و داغ و جستجوے و آرزو!

جبریل

ہر گھڑی افلاک پر رہتی ہے تیری گفتگو   کیا نہیں ممکن کہ تیرا چاکِ دامن ہو رفو؟

ابلیس

آہ اے جبریل تو واقف نہیں اس راز سے   کر گیا سرمست مجھ کو ٹوٹ کر میرا سُبو!
اب یہاں میری گذر ممکن نہیں، ممکن نہیں   کس قدر خاموش ہے یہ عالمِ بے کاخ و کُو!
جس کی نومیدی سے ہو سوزِ درونِ کائنات   اس کے حق میں تَقْنَطُوْا اچھا ہے یا لَاتَقْنَطُوْا؟

جبریل

کھو دیئے انکار سے تو نے مقاماتِ بلند   چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو!

ابلیس

ہے مری جرأت سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمو   میرے فتنے جامۂ عقل و خرد کا تار و پو!
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر   کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے؟ میں کہ تو؟
خضر بھی بے دست و پا، الیاس بھی بے دست و پا   میرے طوفاں یم بہ یم، دریا بہ دریا، جُو بہ جُو!
گر کبھی خلوت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے   قصّۂ آدم کو رنگیں کر گیا کِس کا لہو؟
میں کھٹکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح،   تو فقط! اَللّٰہ ھُوْ، اَللّٰہ ھُوْ، اَللّٰہ ھُوْ!

یہ نظم حضرت جبرائیلؑ اور ابلیس کے مابین ایک مکالمے پر مشتمل ہے۔ دونوں بارگاہِ ایزدی میں مقربینِ خاص کے طور پر شمار ہوتے تھے۔ ابلیس کو خدائے پاک کی نافرمانی پر راندۂ درگاہ قرار دیا گیا۔ اس نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جبرائیلؑ آج بھی باری تعالیٰ کے مقربینِ خاص میں شمار ہونے والے ہیں۔ دونوں کے مابین اقبال نے ان کے کرداروں کے پس منظر میں تخیلی سطح پر یہ مکالمہ ترتیب دیا۔

چونکہ ابلیس کائنات میں شر کا سب سے بڑا مظہر ہے اور انسان کا روحانی ارتقاء اسی قوت کو مغلوب کرنے پر موقوف ہے، اس لیے اقبال نے اپنی اکثر تصانیف مثلاً پیامِ مشرق، جاوید نامہ، بالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز میں ابلیس کی سیرت کے اہم پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے۔

زیرِ نظر نظم میں انہوں نے فلسفیانہ غور و فکر کے ساتھ ساتھ جذبات نگاری، حقیقت بیانی اور رمز و ایما، غرضیکہ تمام ادبی خوبیوں کو جمع کر دیا ہے، جس کی وجہ سے یہ نظم ''بالِ جبریل'' ہی نہیں، بلکہ اردو ادب کی بہترین نظموں میں شمار کی جا سکتی ہے۔

جبرائیلؑ ابلیس سے دوستانہ لہجے میں دریافت کرتے ہیں کہ تم نے ''جہانِ رنگ و بُو'' کو کیسا پایا؟ کچھ وہاں کی سرگزشت مجھے بھی سناؤ۔ اِس مصرعے میں جبرائیلؑ نے ابلیس کو ''ہمدمِ دیرینہ'' کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ یہ اقبال کے رمزیہ اندازِ بیان کی بہت عمدہ مثال ہے، یعنی انہوں نے لفظ دیرینہ سے اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ ابلیس مدتوں تک فرشتوں کے ساتھ رہ چکا تھا۔

ابلیس کا جواب کلاسیکی حقیقت پسندی کی بڑی دلکش مثال ہے، (باقی صفحہ 4 پر)

افغان فوجیوں کی طالبان تحریک میں شمولیت

ایک عرب ٹی وی نے دعویٰ کیا ہے کہ افغانستان کی فوج میں شامل فوجیوں کی بڑی تعداد منحرف ہونا شروع ہوگئی ہے، اور انحراف کرنے والے فوجی اب طالبان کے ساتھ مل کر غیر ملکی افواج کے خلاف کارروائیاں کر رہے ہیں۔ ایک عرب نیوز چینل کے مطابق افغان فوج میں انحراف کی بڑی وجہ غیر ملکی افواج کی جانب سے مسلمانوں کے ساتھ غیر مہذب رویہ ہے۔ ایک ماہ پہلے تک ایرانی سرحد پر تعینات افغان اہلکار سلیمان امیری اور اس کے ساتھیوں نے غیر ملکی چینل کو بتایا کہ امریکی فوج نے افغانستان پر قبضہ کرلیا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا رویہ انتہائی غیر مہذبانہ ہے۔ منحرف افغان فوجیوں کا کہنا ہے کہ بڑی تعداد میں افغان اہلکاروں نے فوج کو چھوڑ دیا ہے اور یہ عمل مسلسل جاری ہے۔ امریکہ اگر مذاکرات کی میز پر آنے کو تیار ہوا ہے تو اس کی وجہ طالبان کی جان فروشی اور جذبۂ شہادت ہے۔ یہی جذبہ افغان قوم کو متحد کر رہا ہے، اور اسی کے طفیل ان شاء اللہ امریکی استعمار کو افغانستان کی سرزمین سے رسوا ہو کر نکلنا پڑے گا۔

اسرائیل کی ریاستی دہشت گردی کا ایک اور منصوبہ

اسرائیلی حکومت ریاستی دہشت گردی کی راہ پر چلتے ہوئے ایک لاکھ پچیس ہزار فلسطینیوں کو مقبوضہ بیت المقدس سے نکالنے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔ مقبوضہ بیت المقدس میں عربک سٹڈیز لیگ نے مقبوضہ بیت المقدس کی یہودی شہر بنانے کی اسرائیلی سازشوں سے پردہ ہٹایا ہے۔ انہوں نے کہا اسرائیل مقبوضہ بیت المقدس کو عربوں سے مکمل طور پر خالی کرنے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔ مقبوضہ بیت المقدس کی مردم شماری کے حوالے سے ایک جائزے میں بتایا گیا ہے کہ 2040 میں بیت المقدس میں فلسطینی آبادی یہودیوں سے بڑھ جائے گی۔ اس کے بعد سے اسرائیلی حکومت نے فلسطینیوں کو بیت المقدس سے نکالنے کی سازشیں شروع کر دی ہیں جس کے مطابق ایک لاکھ پچیس ہزار فلسطینیوں کو فوری طور پر شہر بدر کر کے مغربی کنارے منتقل کیا جائے گا۔ اسرائیلی منصوبے کے مطابق 2020ء تک باب الزہرہ علاقہ فلسطینیوں سے خالی کر دیا جائے گا۔ اسرائیلی کارروائی فلسطینی معاشرے کو منتشر کرنے پر مرکوز ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسلم امہ کب جاگے گی؟

جرمنی: مسجد کی تعمیر کے خلاف مظاہرہ

مغربی دنیا رواداری اور برداشت کے بہت دعوے کرتی ہے، مگر اُس کی انتہاپسندی ملاحظہ کیجئے کہ شمالی جرمنی میں پہلی مسجد کے قیام پر سینکڑوں افراد نے مسلمانوں کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ غیر ملکی خبر رساں ادارے کے مطابق مظاہرے میں شریک دو سو سے زائد افراد نے احتجاجی بینرز اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جن پر "یورپ میں اسلامائزیشن کو روکو" "مذہبی آزادی کی خلاف ورزی بند کرو" کے نعرے درج تھے۔ مظاہرین کا کہنا تھا کہ یہ مسجد نماز کے لیے نہیں بلکہ ایسی سماجی سرگرمیوں کا مرکز بن جائے گی جو مذاہب کے درمیان تفریق کا باعث بنیں گی۔

ایران کا ایٹمی مسئلہ اور روس

روس نے کہا ہے کہ ایران کی جانب سے ایٹمی پروگرام کے بحران کے حل کے لیے مغرب کے ساتھ اس کی کوششیں تعمیری ہیں اور روس اس کی مکمل حمایت کرتا ہے۔ روسی نائب وزیر خارجہ سرگئی ریابکوف نے تہران کے اعلیٰ ایٹمی مذاکرات کار سعید جلیلی کے ساتھ ملاقات کے دوران بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ایران کے ایٹمی مذاکرات کار کی جانب سے مغربی ممالک کو ایٹمی پروگرام کے بارے میں لکھا گیا خط جائز اور منطقی ہے جس میں جلیلی نے ایران پر دباؤ ڈالنے پر مغرب پر تنقید کی ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس ایران کے خلاف نئی پابندیاں عائد کرنے کے لیے سرگرم ہیں جبکہ روس نے کہا ہے کہ ایسی پابندیوں سے تہران کے ساتھ اس کے خوشگوار تعلقات متاثر نہیں ہو سکتے۔

شراب نوشی: جدید ترین طبی تحقیق کہتی ہے؟

جدید طبی تحقیق کے مطابق شراب نوشی کی وجہ سے انسان کا دماغ سکڑنے لگتا ہے اور شراب پینے والے لوگ اپنی عمر سے پہلے ہی دماغی طور پر بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے جریدے آرکائیوز آف نیورالوجی میں شائع ہونے والی تحقیق کے مطابق ہر آدمی کا دماغ بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ سکڑنے لگتا ہے۔ ہر 10 سال بعد 2 فیصد سکڑنے کا عمل تمام انسانوں میں جاری وساری ہے مگر جب انسان باقاعدگی سے شراب پینے لگتا ہے تو دماغ سکڑنے کی شرح 5 سے 7 فیصد تک چلی جاتی ہے۔ شراب پینے والی خواتین میں یہ شرح 6 سے 8 فیصد تک نوٹ کی گئی ہے۔ ولسلیے کالج کے نیوروسائنسز کے سربراہ ڈاکٹر کارول آن پاول نے اس تحقیق کو مکمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ شراب نوشی دماغ کے اندر سفید رنگ کے مادے کو بڑھنے سے روکتی ہے جس سے دماغ کی ساخت کو برقرار رکھنے کے عمل میں تبدیلیاں آ جاتی ہیں۔ اس تحقیق کو مکمل کرنے کے لیے ایم آر آئی کے ذریعے 1839 افراد کے دماغ کی ساخت کا مطالعہ کیا گیا۔ طبی ماہرین کی ٹیم نے توقع ظاہر کی ہے کہ دماغ کی متعدد بیماریوں کا تعلق دماغ کے سکڑنے کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔

برقعہ پہننے پر سکول سے اخراج

فرانسیسی حکام نے ایک مسلم خاتون کو برقعہ پہننے پر سکول سے نکال دیا ہے جو ایک لینگویج کورس کی تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ فرانسیسی حکام نے کہا ہے کہ سکولوں یا تعلیمی اداروں میں برقعہ پہننا "ہماری" اقدار کے خلاف ہے اور ٹیچر دوران تدریس برقعہ پہننے والی طالبات کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکتا اور فرانسیسی شہریت کے لئے فرانسیسی زبان کا جاننا اور فرانس میں رہنا ضروری ہے۔ تاہم نسلی اور مذہبی امتیاز کے خلاف کام کرنے والے اداروں نے فرانسیسی حکام پر نکتہ چینی کی ہے اور اسے مذہبی امتیاز قرار دیا ہے۔ اس سے قبل فرانسیسی سپریم کورٹ نے مراکش کی ایک مسلم خاتون کو مذہبی اقدار پر عمل کرنے پر شہریت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ہم مذہبی آزادی کے نام نہاد علمبرداروں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا مذہبی آزادی کا یہی مطلب ہے!

ان شاء اللہ العزیز

رفقائے تنظیم اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماعِ عام

2 تا 4 نومبر 2008ء

(بروز اتوار، سوموار، منگل)

☆ اجتماع کا آغاز 2 نومبر (اتوار) 3:30 بجے سہ پہر ہوگا اور یہ 4 نومبر (منگل) دوپہر تک جاری رہے گا۔

☆ اس اجتماع میں تمام ملتزم و مبتدی رفقاء شریک ہوں گے۔

☆ **رفقاء و احباب کے لیے ہدایات:**

1۔ نومبر سے لاہور میں رات کے وقت موسم قدرے سرد ہو جاتا ہے، اس لیے شرکاء اجتماع موسم کے مطابق بستر اپنے ہمراہ ضرور لائیں۔

2۔ شرکاء اجتماع کا استقبال کرنے کے لیے لاہور ریلوے اسٹیشن پر 2 نومبر کی صبح 8 بجے سے لے کر نماز عصر تک رفقاء موجود ہوں گے۔ اس کے بعد آنے والے رفقاء اپنے طور پر اجتماع گاہ میں پہنچیں گے۔

3۔ اپنے طور پر اجتماع گاہ پہنچنے والے رفقاء کے لیے مریدکے اور کامونکی کے درمیان سادھوکی کے مقام پر استقبالیہ کیمپ لگایا جائے گا جو 2 نومبر کی صبح سے رات عشاء تک رہے گا۔ وہاں سے رفقاء کو اجتماع گاہ تک لے جانے کا مناسب بندوبست موجود ہوگا۔

4۔ واپسی پر مینار پاکستان تک رفقاء کو پہنچایا جائے گا۔

(اس اجتماع میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے)

المعلن: ناظم اجتماع **ڈاکٹر غلام مرتضیٰ**

فون دفتر: **5845090-5858212** موبائل: **0332-4353693**